بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلہ

ماہنامہ

الفرقان ربوہ

مارچ ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

ابوالعطاء جالندھری

بدل اشتراک

پاکستان و بھارت:- چھ روپے ۞ دیگر ممالک:- تیرہ شلنگ

دعوت برائے نصرتِ اسلام

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا　　بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
اگر یاراں کنوں بر غربتِ اسلام رحم آرید　　باصحابِ نبیؐ نزدِ خدا نسبت شود پیدا
نفاق و اختلافِ ناشناساں از میاں خیزد　　کمالِ اتفاق و خلّت و اُلفت شود پیدا
بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہِ ربّانی　　ز بہرِ ناصرانِ دینِ حق نصرت شود پیدا
اگر امروز شکرِ عزّتِ دیں در شما جوشد　　شما را نیز واللہ مرتبت و عزت شود پیدا
اگر دستِ عطا در نصرتِ اسلام بکشائید　　ہم از بہرِ شما ناگہ یدِ قدرت شود پیدا
ز بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمے گردد　　خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا
دو روزِ عمرِ خود در کارِ دیں کوشید اے یاراں　　کہ آخر ساعتِ رحلت بصد حسرت شود پیدا
امیدِ دیں روا گرداں امیدِ تو روا گردد　　ز صد نومیدی و یاسِ الم رحمت شود پیدا
در انصارِ نبیؐ بنگر کہ چوں شد کار تا دانی　　کہ از تائیدِ دیں سرچشمۂ دولت شود پیدا
بجو از جان و دل تا خدمتے از دستِ تو آید　　بقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا
بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ　　قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا
ہمے بینم کہ دادارِ قدیر و پاک مے خواہد　　کہ باز آں قوتِ اسلام و آں شوکت شود پیدا
کند پیدا ہمہ آں برکتے کو ناصرِ دین است　　بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا
چناں خوش دارد او را ملتے خدائے قادرِ مطلق　　کہ در ہر کار و بارِ حالِ او جنّت شود پیدا
دریغ و درد و قومِ من ندائے من نمے شنود　　ز ہر در مے دہم پندش مگر عبرت شود پیدا
مرا باور نمے آید کہ چشمِ خویش بکشائید　　مگر وقتیکہ خوف و عفت و خشیت شود پیدا
مرا دجّال و کذّاب و بتر از کافراں فہمند　　نمے دانم چرا از نورِ حق نفرت شود پیدا
عجب دارید اے ناآشنایاں غافلان از دیں　　کہ از حق چشمۂ حیواں دریں ظلمت شود پیدا
چرا انساں تعجب ہا کند در فکرِ ایں معنی　　کہ خواب آلودگاں را رفعِ غفلت شود پیدا
فراموشت شد اے قوم احادیثِ نبی اللہ　　کہ نزدِ ہر صدی یک مصلحِ امت شود پیدا

(آئینہ کمالاتِ اسلام مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

تعلیمی تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

مارچ ۱۹۶۳ء = شوال ۱۳۸۲ھ

ایڈیٹر

ابوالعطاء جالندھری

سالانہ بدل اشتراک	اعزازی اراکین ادارہ
پاکستان و بھارت ...... چھ روپے	محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب
دیگر ممالک .... تیرہ شلنگ	" قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری
فی پرچہ .... دس آنے صرف	" شیخ مبارک احمد صاحب آف نیروبی
بدلِ اشتراک بنام مینیجر پیشگی آنا چاہیئے۔!	" مولانا محمد سلیم صاحب آف کلکتہ

جلد ۱۳ شمارہ ۳
ماہنامہ الفرقان ربوہ
شوال ۱۳۸۲ھ مارچ ۱۹۶۳ء

فہرست مندرجات

۱- دعوت برائے نصرت اسلام (فارسی نظم)	حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام	ٹائٹل ص ب
۲- موسیٰ کی مانند نبی (عیسائی صاحبان کی توجہ کے لئے)	ایڈیٹر	ص۳
۳- مسیحی جرائد و رسائل پر ایک نظر	"	ص۶
۴- چٹان کے "ختم نبوت نمبر" پر اصولی تبصرہ	"	ص۸
۵- تبت کی خانقاہوں میں حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات	جناب شیخ عبد القادر صاحب لاہور	ص۹
۶- البیان (آل عمران ع ۱۲ کا ترجمہ)	ابو العطاء	ص۱۴
۷- شذرات	ایڈیٹر	ص۱۷
۸- ہندوستان پر اسلام کا اثر	جناب مولانا محمد شریف صاحب امینی مدراس	ص۲۵
۹- غزوۂ بدر	جناب ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری	ص۳۳
۱۰- ایڈیٹر کی ڈاک		ص۴۴

چٹان کے ختم نبوت نمبر پر اصولی تبصرہ (بقیہ صفحہ ۸)

اس مقام کے نیچے ہیں۔" (اخبار چٹان ۲۶ نومبر ۱۹۶۲ء)

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟" (تحذیر الناس ص۳)

(ب) "حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔" (تحذیر الناس ص۱۰)

(ج) "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس ص۲۵)

مدیر چٹان فرمائیں کہ جماعت احمدیہ اہل فہم کے انہی معنوں میں ختم نبوت ماننے پر گردن زدنی کیوں ہے؟

ضروری	اس دائرہ میں سُرخ نشان آپ کے چندہ کے ختم ہونے کی علامت ہے (مینجر) ◯

موسیٰ کی مانند نبی

عیسائی صاحبان کی توجہ کے لئے

قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اعلان پر فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل ع۱) کہ لوگو! ہم نے تمہاری طرف اور تم پر نگران اور گواہ کے طور پر اسی طرح ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک عظیم رسول بھیجا تھا۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند نبی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ایسی اور بھی بہت سی تصریحات ہیں جن میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم **مثیل موسیٰ** ہیں۔

بائیبل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی معرفت یہ خبر دی تھی کہ آئندہ بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی بھیجا جائیگا لکھا ہے:۔

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی **قتل** کیا جائے۔" (استثناء $\frac{18}{18-20}$)

اِس پیشگوئی میں (۱) ایک **نبی** کی بعثت کی خبر ہے۔ (۲) جو صاحبِ شریعت ہونے کے لحاظ سے مثیل موسیٰ ہوگا (۳) وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی **بنی اسمٰعیل** میں سے برپا ہوگا۔ (۴) اللہ تعالیٰ اسکے مُنہ میں اپنا کلام ڈالے گا (۵) وہ **سب** کلام الٰہی یعنی مکمل شریعت دنیا میں پیش کرے گا۔ (۶) وہ خدا کے کلمات کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر یعنی خدا کا نام لیکر لوگوں کے سامنے پیش کریگا (۷) اگر وہ مدعی جھوٹے بولے گا تو **قتل** کیا جائیگا اور اگر سچا ہوگا تو خدا اس کی **حفاظت** کریگا (۸) اس مثیلِ موسیٰ نبی کی باتوں کے منکرین سے اللہ تعالیٰ **حساب** لیگا یعنی انہیں سزا دیگا۔

بائیبل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی بعثت کے وقت یہود **تین موعودوں** کے منتظر تھے۔ انہوں نے یوحناؑ سے پوچھا تھا کہ آیا تو ایلیا ہے، تو مسیح ہے، تو وہ نبی ہے؟ ان کے منفی جواب پر انہوں نے کہا کہ:۔

"اگر تو نہ مسیح ہے۔ نہ ایلیا۔ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟" (یوحنا $\frac{1}{25}$)

گویا یہودی مثیل موسیٰ نبی کو **وہ نبی** کہتے تھے مسیح کے انتظار کے

علاوہ وہ وہ نبی (النّبی) کے بھی منتظر تھے۔ ریفرنس والی بائیبل میں اس لفظ وہ نبی کے لئے استثنا دباب ۱۸ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اناجیل کی تاریخی حیثیت ظاہر و باہر ہے مگر ان میں بھی کوئی حوالہ موجود نہیں کہ حضرت مسیحؑ نے بھی کہا ہو کہ میں استثنا والی پیشگوئی "وہ نبی" کا مصداق ہوں ؟ اسی لئے حواری یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ نبی والی پیشگوئی اس وجود باجود پہ پوری ہوگی جو مسیح کی آمد اوّل اور آمد ثانی کے درمیانی زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اعمال کی کتاب میں لکھا ہے کہ :-

"ضرور ہے کہ وہ (مسیح ناصریؑ) آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سُننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔" (اعمال ۳/۲۲-۲۳)

گویا یہ بات مسیحی مسلّمات میں داخل تھی کہ مثیلِ موسیٰ نبی حضرت مسیحؑ کے علاوہ ہے اور اسکی آمد الٰہی نوشتوں کے مطابق مسیحؑ کی آمد ثانی سے قبل لازمی ہے۔ قرآن مجید نے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف اِن الفاظ میں کرایا ہے ـــــ اَلرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف ع ۱۹) کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی خبر تورات و انجیل میں لکھی ہے۔

اب ہمارے اور مسیحی صاحبان کے درمیان یہ فیصلہ کن امر ہے کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مثیل موسیٰ والی پیشگوئی کے مصداق ہیں تو یہود و نصاریٰ کا فرض ہے کہ آپؐ پر ایمان لائیں۔

سو ہم نہایت محبت سے عیسائی صاحبان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ استثنا دباب ۱۸ کی آٹھوں علامتوں پر غور کریں تو انہیں ماننا پڑے گا کہ یہ پیشگوئی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی چسپاں ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کو تو عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور پیشگوئی نبی کے لئے ہے۔ خدا اور نبی ایک نہیں ہو سکتے اسلئے عیسائی عقائد کے لحاظ سے بھی مسیحؑ کے لئے اس پیشگوئی کا ہونا خارج از بحث ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت ہیں۔ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ کلام الٰہی لاتے ہیں۔ آپ نے مکمل شریعت پیش کی ہے اور الٰہی وعدہ کے مطابق قتل سے محفوظ رہے ہیں۔ ہر سورۃ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پیش کیا ہے۔ آپؐ کے دشمنوں سے دنیا میں بھی مواخذہ ہوا اور وہ مغلوب ہو گئے۔ پس آپ کا مثیلِ موسیٰ نبی ہونا اظہر من الشمس ہے۔ عیسائی صاحبان حضرت مسیحؑ کے اِس قول کو بھی یاد رکھیں کہ :-

"مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دے دی جائیگی۔" (متی ۲۱/۴۳)

عیسائی جرائد و رسائل پر ایک نظر

۱۔ پادریوں کی تہذیب کا نمونہ

رسالہ مسیحی خادم گوجرانوالہ اقتدار احمد خان صاحب مدرس مدرسہ غوثیہ گجرات کے ایک ناول پر گورنمنٹ پاکستان کو توجہ دلا رہا ہے۔ ہم ہمیشہ سے مذہبی گفتگو میں شرافت، متانت اور دلائل کی رُو سے بات کرنے کے قائل ہیں مگر ہمیں حیرت ہے کہ یہ پادری صاحبان عجیب ہیں جو دوسروں کی آنکھ کا تنکا بھی دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔ ہم حکومت پاکستان کی توجہ کیلئے محض بطور نمونہ ذیل کی عبارت مسیحی رسالہ اخوت سے نقل کرتے ہیں:۔

"مرزا صاحب اپنی تحریروں میں
فرما چکے ہیں کہ وہ جنس لطیف میں تبدیل
ہو گئے۔ خدا نے ان سے رجولیت کی۔
رجولیت یا مباشرت دو جسموں کا فعل
تعلق جنسی ہے ..... مولوی صاحب
تجسم الوہیت کے منکر یہ بتائیں کہ بغیر
نکاح کے خدا مرزا مرحوم سے فعلِ
رجولیت کے لئے کس طرح جسم میں
ظاہر ہوا؟"

(اخوت لاہور۔ فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۱)

جہاں تک اس عبارت کی تہذیب و شرافت کا سوال ہے ہم اسے پریس برانچ حکومت پاکستان کے سپرد کرتے ہیں۔ جہاں تک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی "تحریروں" سے اس قسم کے لغو بیان کو منسوب کرنے کا سوال ہے ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ اگر ایڈیٹر اخوت میں کچھ بھی شرافت موجود ہے تو وہ حضرت مرزا صاحب کی "تحریروں" کی بجائے آپ کی ایک تحریر ہی پیش کریں مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔

۲۔ مسیح کے حواری اور مرہم عیسیٰ

"پلاطوس نے مسیح خداوند کی لاش شاگردوں
کو نہیں دی بلکہ یوسف آرمتیہ کو دی
جس نے اس کو اپنی قبر میں جو کہ چٹان
میں کھود کر بنائی گئی تھی رکھا تھا۔
شاگرد اس وقت وہاں موجود نہ تھے
مذکورہ دوا (مرہم عیسیٰ) اگر ہو سکتی تھی
تو شاگردوں کے پاس نہ کہ یوسف
آرمیتہ والے کے پاس"

(رسالہ مسیحی خادم مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۱)

الفرقان۔ عام شاگرد تو بھاگ گئے اسلئے ان کو مسیح

کے جسم کے دینے کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا مگر یوسف آرمتیہ بھی تو مسیح کا شاگرد تھا۔ (متی ۲۷/۵۷ یوحنا ۱۹/۳۸) نیکودیمس کا دوائیں اور خوشبو لانا (یوحنا ۱۹/۳۹-۴۰)، مریم اور سلومے وغیرہ کا خوشبودار چیزیں لانا (مرقس ۱۶/۱ و لوقا ۲۳/۵۶) ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اور یہ سارا انتظام یوسف آرمتیہ کا تھا جو یہودی رئیس اور مسیح کا خفیہ شاگرد تھا۔ پس مرہم عیسیٰ سے علاج حواریوں نے کیا۔ کیونکہ یہ چٹان والی قبر سے نکلنے کے بعد ہوا تاہم فوری طور پر بھی ادویہ اور خوشبوئیں حواریوں نے مہیا کی تھیں۔

۳۔ کیا اسلام اور مسیحیت مترادف ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اعلان پر کہ اسلام تین سو سال کے اندر دنیا میں غالب آجائے گا ایک پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

> "میرے خیال میں اسلام مسیحیت کا مترادف ہے اور ہر مسیحی مسلمان ہے کیونکہ وہ توحید فی التثلیث کا قائل ہے اور اس میں کلام نہیں کہ تین صدیوں یا کم و بیش عرصہ میں مسیحیت جو کہ اسلام ہے دنیا پر غالب آسکے گی۔"
>
> (اخوت جنوری ۱۹۶۳ء)

آج کی مسیحیت تو اسلام کی مترادف نہیں کیونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک قرار دیتا ہے اور موجودہ عیسائیت باپ، بیٹا، روح القدس تین خدا پیش کرتی ہے۔ عیسائیت مسیح کی صلیبی موت کی قائل ہے اور اس موت کو کفارہ کا موجب قرار دیتی ہے۔ اسلام کے نزدیک مسیح کا مصلوب ہونا قطعاً غلط ہے، اسے کفارہ کی بنیاد ٹھہرانا بالکل نادرست ہے۔ اسلام قرآن مجید کو کامل اور زندہ شریعت قرار دیتا ہے مسیحیت قرآن مجید کو انسانی افترا ٹھہراتی ہے۔ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں سے افضل اور زندہ اسوۂ حسنہ قرار دیتا ہے اور مسیح کو آپ کے خادموں کے ہم پایہ ٹھہراتا ہے مگر عیسائیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی منکر ہے اور مسیح کو سب سے برتر ٹھہراتی ہے پس یہ محض خوش فہمی ہے کہ اسلام اور مسیحیت ایک ہیں اور تین سو سال میں یہ مسیحیت غالب آئے گی۔ اب غلبہ اسلام ہی کے لئے مقدر ہے۔ عیسائی دوستوں کو آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کے اشارہ کو بھی دیکھنا چاہیئے۔

تحریری مناظرہ
اور
عیسائی صاحبان سے استفسار

پادری عبدالحق صاحب سے الوہیت مسیح پر جو تحریری مناظرہ ہوا تھا اور جسے بصورت کتاب شائع کر دیا گیا ہے اس میں احمدی اور عیسائی مناظر ہر دو کے دو دو پرچے ہیں یہ کتاب عیسائی رسالہ جات کو برائے تبصرہ اور پادری صاحب کو برائے مطالعہ بصیغہ رجسٹری بھیجی جا چکی ہے سب خاموش ہیں ہم عیسائی صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ وہ اپنے "فاتح قادیان" پادری صاحب کے پرچوں کا مطالعہ کرنے کے لئے تحریری مناظرہ کیوں نہیں خریدتے؟

(مینیجر مکتبہ الفرقان ربوہ)

چٹان کے ختمِ نبوت نمبر پر اُصولی تبصرہ

جناب شورش صاحب کاشمیری کی توجہ کے لئے

انتباہ

گزشتہ دنوں پاکستان میں دیوبندی اور بریلوی گروہوں کی طرف سے تکفیر و تفسیق کا وہ گندہ کھیل کھیلا گیا کہ الحفیظ والامان۔ اخبار چٹان کے جناب شورش کاشمیری نے اس میں قلم اور زبان کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ آخر حکومت کو مداخلت کر کے طرفین کو بند کرنا پڑا۔ اخبار دعوت لاہور نے اس پر لکھا کہ:-

"پاکستان میں فرقہ وارانہ حالات نت نئی شکلیں اختیار کرتے رہتے ہیں اور جب کشمکش ناقابلِ برداشت درجے میں داخل ہونے لگتی ہے تو حکام مختلف فرقوں کے رہنماؤں کو بلا کر ظالم و مظلوم میں امتیاز کرنے کے بغیر دونوں طبقوں کے ردِ عمل کو محض چند غلط فہمیوں کا عنوان دیکر شلغم سے مٹی جھاڑ دیتے ہیں اور مظلوم کچھ عرصہ کیلئے اس غلط فہمی میں آجاتا ہے کہ شاید اس کی اشک شوئی ہو گئی ہے اور ظالم کو ظلم سے روک دیا گیا ہے۔"

(دعوت لاہور ۱۶ر نومبر ۱۹۶۲ء)

جناب شورش صاحب اس شغل سے قدرے فراغت پا کر اب پھر "فسادات پنجاب" کی ۱۹۵۳ء کی صورت پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں دوسرے بعض مولوی بھی اپنے مخصوص مفاد کی خاطر مزعومہ "تحفظ ختم نبوت" کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ شر کی جملہ صورتوں کو بند کرے اور مکمل طور پر بند کرے "شلغم سے مٹی جھاڑنے والی" بات نہ ہو۔

اخبار چٹان کا ختم نبوت نمبر

اسوقت ہمارے سامنے چٹان کا تازہ "ختم نبوت نمبر" (۴ر مارچ ۶۳ء) پڑا ہے۔ شورش صاحب نے اسمیں ایک تو علامہ اقبال کا پُرانا انگریزوں کے وقت کا مضمون درج کیا ہے جس میں "قادیانیوں کو الگ جماعت قرار دیا جائے" کا سیاسی مطالبہ مذکور ہے۔ دوم احراریوں کے اس فرسودہ راگ کو دہرایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ سوم لفظ خاتم النبیین کی تفسیر میں چند ژولیدہ بیانات درج کئے گئے ہیں۔

اگرچہ ان تمام پہلوؤں پر جماعت احمدیہ کی طرف سے مفصل بحث ہو چکی ہے اور دلائل باہرہ سے ان بیانات کی تغلیط کی جا چکی ہے تاہم ہم اصولی طور پر آج بھی جناب شورش کو جواب دینا چاہتے ہیں۔

علامہ اقبال کے جماعت احمدیہ کے متعلق دو متضاد بیان

علامہ اقبال نے زیرِ نظر مضمون میں لکھا ہے کہ "میں کسی مذہبی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا"۔ پھر فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا اس بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے ہی دیتے ہوں"۔ اس سلسلہ میں علامہ صاحب نے اپنا سیاسی رائے

کالوں اظہار کیا ہے کہ "میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے"

(چٹان ۴ مارچ ۱۹۶۳ء)

ہمارے نزدیک علامہ اقبال نے یہ رائے محض احراری سیاست کے زیر اثر دی ہے ورنہ وہ جماعت احمدیہ کو اس زمانہ کی بہترین مسلمان جماعت مانتے تھے۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

"ہندوستان میں مسلمانوں کی عمرانی رفتار کو بنگاہِ غور دیکھنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو قوم کے اخلاقی تجربہ کے مختلف خطوط کا نقطۂ اتصال ہے۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"

(کتاب ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۱۸)

بتلائیے کہ اس تصریح کے بعد اس کے سراسر متضاد سیاسی بیان کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

انگریزوں کی ایجنٹی کا فضول طعنہ

شورش صاحب اور دیگر مخالفوں نے جماعت احمدیہ اور اسکے بانی کو انگریزوں کا ایجنٹ کہہ کر کوئی انوکھا تیر نہیں مارا۔ حضرت مسیح ناصری پر بھی یہودی علماء اسی طرح کا الزام لگاتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کے مخالف انہیں فرعون مصر کا ایجنٹ کہتے ہیں۔ یہ ایک فرسودہ اعتراض ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ شورش صاحب نے لکھا تھا کہ "احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کا ایجنٹ تھا" آگے تفصیل درج کی ہے۔ (چٹان ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

دوسری طرف رسالہ طوفان ملتان نے لکھا ہے کہ:۔

"انگریزوں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ تحریک نجدیت کا پودا ہندوستان میں بھی کاشت کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے ہی پروان چڑھایا۔"

(طوفان ملتان ۷ نومبر ۱۹۶۲ء)

ہم صرف اتنا دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جب انگریز کو اتنے بڑے بڑے جہادی ایجنٹ حاصل تھے تو اسے کسر صلیب کرنیوالے اور وفات مسیح کا اعلان کرکے سب سے اختلاف کرنیوالے گاؤں کے ایک گمنام شخص کو ایجنٹ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

ختم نبوت کی حقیقت اور فیصلہ کن طریق

ہم الفرقان کے خاتم النبیین نمبر میں ختم نبوت کی حقیقت پر بحث کر چکے ہیں۔ مودودی صاحب نے بھی اسکے جواب سے عجز کا اعتراف کیا ہے۔ شورش صاحب سے ہم اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کا جو مفہوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ آئیے ہم سب اس پر اتفاق کرکے اس تنازعہ کو ختم کردیں۔ کیا شورش صاحب اس پر راضی ہیں؟ اگر دیوبندی بریلوی جھگڑے میں شورش صاحب نے دلی طور پر ان بزرگوں کی حمایت کی ہے تو انہیں انکے بیان کردہ مفہوم سے اتفاق کرنا چاہیئے۔

بغرض اختصار ہم آج صرف ذیل کی چار عبارتیں پیش کرتے ہیں:۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ نے خاندان بنو ہاشم کے ایک دُرِّ یتیم کو سرفرازی بخشی بمقام ختم نبوت پر فائز کیا اور وہ تمام خوبیاں، صفات اور فضائل جو مختلف انبیاء میں جُدا جُدا تھے اس ایک ہی شخصیت واحدہ میں جمع فرما دیئے۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جس قدر بھی احوال و مراتب انسانیہ ہوسکتے ہیں سب

(بقیہ صفحہ ۲۷ پر)

تبّت کی خانقاہوں میں حضرت مسیح علیہ السّلام کی نامعلوم زندگی کے حالات

واقعۂ صلیب کے بعد تبّت، کشمیر اور نیپال کی طرف آنے کا تازہ ثبوت!

(از جناب شیخ عبدالقادر صاحب لاہور)

ایک روسی سیّاح نکولس نوٹووچ نامی نے ۱۸۸۷ء میں ہندوستان و کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے ملک تبّت کا سفر کیا تھا اور وہاں جا کر بدھ مذہب کی خانقاہوں اور کتب خانوں کو دیکھا اور ان کے درویشوں اور علماء سے جن کو لامہ کہتے ہیں ملاقاتیں کیں۔ اثنائے گفتگو میں ایک لامہ سے اتفاقاً یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ مقدس عیسیٰ کی سوانح عمری بدھ مذہب کے قدیم کتب خانوں میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ اِس بات کو سُن کر سیاح مذکور کو اِس ہی بات کے معلوم کرنے کا بڑا شوق ہُوا۔ کافی جستجو کے بعد اسے پتہ لگا کہ شہر ہمس کے کتب خانہ میں مسیح کی سوانح عمری موجود ہے۔ ترجمان کی مدد سے اس کا ترجمہ کیا گیا۔ یہ ترجمہ پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوا۔ بعد میں انگریزی میں ترجمہ ہو کر چھپا۔ اس انجیل میں لکھا ہے کہ عیسیٰ نبی چودہ سال کے تھے کہ ایک قافلہ کے ساتھ ہندوستان میں وارد ہوئے۔ ۲۹ سال کی عمر میں پھر اپنے وطن کو واپس گئے۔ وہاں یہودیوں کی مخالفت کے باوجود رومی گورنر پیلاطوس نے اُن کو صلیب دیدی اور کسی نامعلوم مقام پر اُن کی نعش کو دفن کر دیا گیا۔ یہ حالات اسرائیل کے سوداگروں کی زبانی معلوم ہوئے۔

اِس کتاب کی اشاعت سے قبل روم کے چرچ نے پوری کوشش کی کہ یہ کتاب شائع نہ ہو۔ سیاح مذکور پر پورا دباؤ ڈالا گیا جس کے باعث کتاب کی اشاعت رُکی رہی آخر ۱۸۹۴ء میں پہلی دفعہ یہ کتاب شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت کے بعد مخالفت کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ پوری کوشش کی گئی کہ نوٹووچ کی سیاحت کو فرضی اور تبّتی انجیل کو ایک اختراع ثابت کیا جائے۔ اِس بحث میں پروفیسر میکس میولر جیسے فاضل علماء نے حصہ لیا۔ اِس بحث کا جواب ۱۸۹۵ء میں مسٹر نوٹووچ نے اپنی کتاب کے انگریزی ایڈیشن

میں دیا۔ انہوں نے ناقابلِ تردید ثبوت پیش کئے کہ سیاحت کے حالات درست ہیں۔ حضرت مسیح کے حالات مختلف قدیم نوشتوں میں منتشر ہیں جن کو میں نے ایک ترتیب سے بیان کر دیا۔ کتاب کے انگریزی ایڈیشن میں اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے نوٹو وچ نے لکھا:۔

"اصل سوال یہ ہے کہ کیا ہمس کے مندر کی کتابوں میں ایسے فقرے موجود ہیں جن میں یہ حالات درج ہوں۔ اور کیا میں نے ان کا مطلب ٹھیک طور پر ادا کیا ہے یا نہیں اس امر کی تحقیقات ہونی چاہئیں۔ میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر کوئی چاہے تو میں مشرقی زبان دانوں کے ساتھ تبت جا کر حالات مذکورہ کی تصدیق کرا دوں گا لیکن افسوس کہ میری تجویز کو کسی نے منظور نہ کیا بلکہ بہت سے لوگوں نے محض مجھ پر اعتراض کرنا ہی کافی سمجھا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک امریکن مشن میری ہمراہی کے بغیر اپنے آپ اس امر کی تحقیقات کے لئے سفر تبت کی تیاری کر رہا ہے۔ مجھے اس تحقیقات کا کچھ خوف نہیں بلکہ میں سچے دل سے ان کو آفرین کہتا ہوں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو جائیگا کہ میں نے کوئی نئی بات اپنی طرف سے نہیں گھڑی بلکہ جو روایت عیسائی دنیا میں شروع سے چلی آتی ہے اس کو میں نے ایک معقول رنگ میں ظاہر کیا ہے۔"

حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہندوستان کے متعلق عیسائی دنیا کی جس روایت کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کا علم انہیں ایک رومن کیتھولک پادری کے ذریعہ ہوا جس کے پوپ سے مراسم تھے۔ اس نے بتایا کہ رومن چرچ کو اس روایت کا علم ہے۔ نوٹو وچ نے لکھا ہے:۔

"اس امر کا اظہار خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ پادری صاحب نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات رومن چرچ کے لئے نئے نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق روم کے کتب خانہ میں تریسٹھ مکمل یا نامکمل قلمی کتابیں مختلف مشرقی زبانوں میں موجود ہیں جن کو مشنری لوگ ہندوستان، چین، مصر اور عرب سے روم میں لائے تھے۔"

بعد کے سیاحوں نے جو نتائج شائع کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تبت کے کتب خانوں میں ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں حضرت مسیح کی آمد ہندوستان کا ذکر ہے۔

ایک فاضل خاتون لیڈی میرک نے ہمس جا کر تحقیقات کی۔ یہ خاتون لکھتی ہیں:۔

"لیہہ شہر میں یسوع کی کہانی ہمیں ملتی ہے۔ جو کہ یہاں عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا۔ اور ہمس کے بدھ معبد میں پندرہ سو سال قبل کی نہایت قیمتی دستاویزات رکھی

ہیں جو کہ حیاتِ مسیح کے ان ایام سے تعلق رکھتی ہیں جو کہ مسیح نے یہاں بسر کئے۔ ان میں لکھا ہے کہ اس علاقے میں مسیح کو خوش آمدید کہی گئی اور یہاں اس نے لوگوں کو تعلیم دی۔ طوفانِ نوح کی روایت بھی ان میں ملتی ہے[1]"

دوسرے سیاح نکولس رورخ ہیں۔ انہوں نے ۱۹۲۶ء میں ایک کتاب Heart of Asia کے نام سے شائع کی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

"سری نگر میں حضرت مسیح کی تشریف آوری کی حیران کن روایت اس شہر میں پہلی بار ہمارے سامنے آئی۔ بعد ازاں دورانِ سیاحت میں ہم نے دیکھا کہ یہ روایت کس درجہ پھیلی ہوئی ہے۔ نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان لداخ اور وسط ایشیا کے دور دراز علاقوں میں بھی حضرت مسیح کی آمد کی روایت پائی جاتی ہے۔ لداخ کے شہر لیہہ میں ہم نے دوبارہ حضرت مسیح کے یہاں آنے کی روایت سنی۔ ہم نے اس وسیع طور پر پھیلی ہوئی کہانی کو مختلف پیرایوں میں لداخ، سن کیانگ اور منگولیا کے دور دراز علاقوں میں سنا۔"

(صفحہ ۲۲، ۲۳-۲۹، ۳۰)

ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو اپنی مشہور کتاب "تاریخ عالم کی جھلکیاں"[1] میں لکھتے ہیں:۔

"تمام وسطی ایشیا، کشمیر، لداخ، تبت اور اسی طرح اس سے اگلے شمالی علاقوں میں اب بھی یہ مضبوط یقین پایا جاتا ہے کہ یسوع یا عیسیٰ نے ان علاقوں میں سفر کیا ہے" (ص ۴۲)

ظاہر ہے کہ تبت کے نوشتوں میں اسی زبانی روایت کا ذکر ہے۔ گویا تبت کے صحائف زبانی روایت کا تحریری ثبوت ہیں۔

اب مجھے یہ بتانا ہے کہ ہندوستان اور تبت میں دو قسم کی روایات مشہور تھیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مسیح بچپن میں یہاں آئے اور دوسری یہ کہ واقعہ صلیب کے بعد یہاں آئے۔ بھوشیہ پران میں حضرت مسیح کا مکالمہ راجہ شالباہن سے درج ہے۔ اس میں بچپن میں آمد کا مطلقاً ذکر نہیں۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ نبوت کے بعد جب دشمنوں نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو عیسیٰ مسیح اپنے وطن سے ہجرت کر کے ہمارے دیس میں آ گئے[2]۔

---

1. Lady Henrietta S. Merrick In the Worlds Attic. 215 (1931)

1. Glimpses of world history
2. Jesus in Room P. 75-77

بھوشیہ پران میں چونکہ حضرت مسیحؑ کا ایک مکالمہ درج ہے جو کہ راجہ شالباہن سے ہوا۔ آپ نے اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ میں یہاں بچپن میں آیا تھا بلکہ بعثت کے بعد ہجرت کا ذکر کیا ہے اسلئے بچپن میں آمد والی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے پہلے آئے تھے۔ بچپن میں آمد والی روایت اسلئے گھڑی گئی کہ بدھ مذہب کے لوگ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ گوتم کے بعد ایک عظیم الشان ریفارمر ہندوستان میں باہر سے آئے اور اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیمات سے ہندوستان کے اہلِ مذاہب کو حیران و ششدر اور گرویدہ بنا لے۔ احساسِ برتری کے باعث لاماؤں نے مسیحؑ کو بدھ مذہب کا ایک ایسا شاگرد ظاہر کیا جس نے بدھ مراکز میں تعلیم حاصل کی۔ اور بدھ مت کی تعلیمات کو ہندوستان میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

نئی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ خود نوٹووچ کو بھی صلیب کے بعد مسیحؑ کی آمدِ ہندوستان کی روایت کا علم تھا۔ تبت کے صحیفوں میں یہ روایت بھی اس کے سامنے آئی۔ لیکن غالباً چرچ کے بے پناہ دباؤ کے باعث اس کے اظہار سے وہ رُکا رہا۔

اس دوسری روایت کا ثبوت اُس جرمن ڈاکٹر کے روزنامچہ سے ملا ہے جس نے نوٹووچ کا چار ماہ تک علاج کیا۔ یہ روزنامچے لداخ کے موریوین مشن میں محفوظ ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ایک ماہر نے بچشمِ خود ان روزنامچوں کو دیکھا ہے۔

گذشتہ سال میں جب بھارت گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ لداخ کے موریوین مشن کے پادری مسٹر ڈچھتن پھنٹزک ہیں جو کہ مسوری میں بائیبل کا تبتی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں ان کے مشن ہاؤس واقع لیہہ (لداخ) میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کے جرمن ڈاکٹروں کے جرمنی زبان میں لکھے ہوئے روزنامچے محفوظ ہیں ان میں روسی سیاح نکولس نوٹووچ کے بارہ میں ایک صفحہ لکھا ہوا ملا ہے جس میں ڈاکٹر مارکس نے یہ لکھا کہ :-

"نکولس بیمار پڑا اور اس کی ٹانگ
ٹوٹ گئی تھی۔ میں اس کا معالجہ کرتا رہا۔
وہ ہمس میں چار مہینے رہا اور بودھی
کتابوں سے اُس نے حضرت عیسیٰ کی
پوشیدہ زندگی کے متعلق معلومات
حاصل کی ہیں کہ وہ مرے نہیں تھے بلکہ
ہند، نیپال، تبت اور کشمیر تشریف لائے۔"

اس شہادت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ وہ مشرق میں صلیب کے بعد آئے نہ کہ پہلے۔ بھارت کے اخبارات میں یہ خبر بھی شائع ہو چکی ہے کہ حضرت مسیحؑ کی نامعلوم زندگی کے متعلق لداخ کے بعض علماء مواد جمع کر رہے ہیں۔

الغرض مشرق میں دو طرح کی روایات ملتی تھیں۔ بعض میں بچپن میں آنے کا ذکر تھا اور بعض میں صلیب کے بعد۔ چنانچہ ایک دوسرے سیاح نکولس رورخ نے لکھا ہے کہ کشمیر میں یہ روایت پائی گئی کہ حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب کے بعد آئے لیکن تبت، لداخ اور دوسرے علاقوں میں

یہ روایت مشہور تھی کہ چودہ سال سے لیکر ۲۹ سال کی عمر کا حصہ آپ نے یہاں بسر کیا۔

نوٹووچ کو بھی دونوں روایتوں کا علم تھا۔ بدھ صحیفوں میں خاص طور پر اسے یہ روایت ملی تھی کہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اس روایت کا ذکر نوٹووچ نے اپنے احباب سے بھی کیا لیکن اس نے کتاب میں اس روایت کا ذکر نہیں کیا بلکہ پہلی روایت لکھ دی۔

ڈاکٹر مارکس کا روزنامچہ صحیح روایت کی نشاندہی کر رہا ہے۔ جب نوٹووچ پر اعتراض ہوا کہ آپ کا تبّت جانا ثابت نہیں۔ تو انہوں نے کتاب کے انگریزی ایڈیشن میں ڈاکٹر مارکس کا حوالہ دیا کہ اُن سے پوچھ لیا جائے۔ لکھتے ہیں:۔

> "لداخ میں ایک انگریز ڈاکٹر مسٹر کارل مارکس نے جو سرکارِ انگریزی کے ملازم تھے میرا علاج کیا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا خط مؤرخہ ۴ نومبر ۱۸۸۰ء میرے پاس موجود ہے کیا ہی خوب ہو کہ میرے تبّت جانے کا حال براہِ راست ڈاکٹر صاحب موصوف سے دریافت کیا جائے۔"

ظاہر ہے کہ جرمن ڈاکٹر مارکس، نوٹووچ کے خاص احباب میں سے تھے۔ ان کی شہادت کو خود نوٹووچ نے پیش کیا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس ڈاکٹر کا روزنامچہ جہاں یہ شہادت مہیا کر رہا ہے کہ نوٹووچ کو حیاتِ مسیح کا نیا مواد ملا ہے وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ واقعۂ صلیب کے بعد آنے والی روایت کا جو کہ بدھ صحیفوں میں پائی گئی، نوٹووچ کو علم تھا۔ اپنے دوستوں سے اس نے اسی روایت کا ذکر کیا۔ یہ روایت کہ حضرت عیسیٰؑ بچپن میں آئے تھے، غالباً بعد میں اس کے علم میں آئی۔ نوٹووچ نے اپنی کتاب میں پہلی روایت کا ذکر نہیں کیا۔ اپنے ذاتی عقائد مانع تھے یا چرچ کا دباؤ، دو میں سے ایک بات ضرور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں فرماتے ہیں:۔

> "یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی بلکہ یہ ضرورت اُس وقت پیش آئی جبکہ بلادِ شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نہ کیا اور ان کو اپنے زعم میں صلیب دے دیا۔ ۔۔۔۔ اس وقت حضرت مسیحؑ نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آگئے ہیں ان ملکوں کی طرف قصد کیا۔"
>
> (مسیح ہندوستان میں ص۲۳)

آل عمران ع ۱۶

اَلْبَیَانُ

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کیساتھ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

اے ایماندارو! اگر تم نے کافروں کی اطاعت کی تو وہ تم کو ایڑیوں کے بل لوٹانے کی کوشش کریں گے اور

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ○ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَ هُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ○ سَنُلْقِیْ

تم خسارہ پانے والے ہو جاؤ گے۔ سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا محبوب اور آقا ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔ ہم عنقریب

فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ

کافروں کے دلوں میں رُعب قائم کر دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن چیزوں کو شریک ٹھہرا رکھا ہے جن کے بارے میں اس نے

سُلْطٰنًا ج وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ○ وَ لَقَدْ

کوئی حکم یا برہان نازل نہیں فرمایا۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ ظالموں کا نہایت بُرا جائے قرار ہے۔ اے مسلمانو! یقیناً

صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ج حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ

اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ (فتح کا) پورا کر دیا تھا یاد کرو جب تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو تہ تیغ کر رہے تھے۔ مگر پھر جب تم نے

وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

بزدلی اختیار کر لی، باہم اس معاملے میں جھگڑنے لگے اور اس اپنے پسندیدہ نظارہ (فتح) کو دیکھنے کے باوجود جو خدا نے دکھا دیا تھا تم نافرمانی پر اتر

تفسیر - اس رکوع میں غزوۂ اُحد کا حال بیان ہوا ہے جبکہ بعض مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مقام (درہ) سے ہٹ آئے ہیں

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ج ثُمَّ صَرَفَكُمْ

تم میں کچھ دنیا کے اموال چاہتے تھے اور باقی آخرت کے طلبگار تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا تا تمہاری استعدادوں کا

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ج وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى

اظہار کرے اس نے تم سے درگزر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑے فضل

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

کرنے والا ہے۔ یاد کرو جب تم تیز رفتاری سے میدان میں بھاگے جاتے تھے اور کسی کی طرف مُڑ کر نہ دیکھتے تھے حالانکہ

يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا

عظیم رسول تمہارے پیچھے تمہیں بُلا رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے غم درغم (یا غم کے مقابل میں غم) بطور بدلہ تمہیں دیا تا تم ہاتھ سے

فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ط وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ

چھوٹ جانے والے اجر اور پہنچنے والے دُکھ پر غمگین نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ط وَ

غم کے بعد تم پر بطور امن و تسلّی اونگھ نازل کی جو تمہاری بڑی جماعت پر طاری ہوتی۔ جبکہ ایک

طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ

گروہ کو اپنی جانوں نے فکر میں ڈال رکھا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاہلیت کے ناروا گمانوں میں مبتلا

الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ

ہو رہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کچھ دخل ہے؟ تو ان سے کہدے کہ سارا معاملہ تو

غلطی کی اور سمجھا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے اب یہاں پر جمے رہنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ ان کے امیر نے بھی انکو منع کیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے پلٹ کر

كُلَّهُ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ

اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ یہ لوگ اپنے دلوں میں جو باتیں مخفی رکھتے ہیں اُن کو تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر اس بارے میں

لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ

ہماری بھی کچھ رائے ہوتی تو ہم آج اس جگہ اس طرح قتل نہ ہوتے۔ ان سے کہدو کہ اگر آپ لوگ اپنے گھروں میں چھپے رہتے تب بھی

الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ

وہ مخلص لوگ اپنی شہادت گاہوں کی طرف شوق سے نکل کھڑے ہوتے جن پر جنگ فرض کی گئی ہے نیز

لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ

اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے سینوں کی باتوں کو آزماتا ہے اور تمہارے دلوں کے خلوص کو ظاہر کرتا

قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ

ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سینوں کی سب باتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ وہ لوگ

الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

جو دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ کے دن پیٹھ پھیر گئے۔ انہیں درحقیقت

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ

شیطان نے ان کے بعض گناہوں کے باعث پھسلنے پر آمادہ کیا تھا۔ (ان کی توبہ کے باعث) اللہ تعالیٰ نے

ع ۱۶ ۷ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ع

ان سے درگذر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بردبار ہے۔

حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی فتح بظاہر شکست سے بدل گئی۔ اِس سانحہ میں اُمّت کیلئے بہت سے سبق ہیں جن کا ذکر اِس رکوع میں ہوا ہے +

شذرات

۱۔ "بدروحوں" کو نکالنے کا نسخہ

۱۸ فروری ۱۹۶۳ء کے "نوائے وقت" میں ایک مسیحی گریجوایٹ کی "داستانِ الم" شائع ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے گھر سے "بدروحوں" کے نکالنے کے لئے "عیسائی بزرگوں" کی امداد کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہر طرح کی ناکامی کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ "میری داستانِ غم کو اخبارات میں شائع کیا جائے ممکن ہے کہ کوئی خدا کا بندہ ایسا عمل بتائے جس سے بدروحوں کے سائے سے نجات حاصل کرسکوں۔"

اپنے اس مصیبت زدہ بھائی کو ہم کتابِ مقدس کا بیان فرمودہ نسخہ بتانا چاہتے ہیں۔ انجیل میں لکھا ہے کہ جب ایک دفعہ بعض حواری "بدروح" کو نہ نکال سکے اور حضرت مسیح نے جھڑک کر اسے نکال دیا تب انہوں نے علیحدگی میں آپ سے دریافت کیا کہ ہم اس بدروح کو کیوں نہ نکال سکے تھے؟ تو حضرت مسیح نے جواب دیا کہ "اپنے ایمان کی کمی کے سبب" پھر آپ نے فرمایا کہ:۔

امّا ھٰذا الجنس فلا یخرج
الّا بالصلوٰۃ والصّوم۔"
کہ بدروحوں کی یہ جنس بغیر نماز اور
روزہ کے نہیں نکالی جاسکتی۔"

(متی ۱۷/۲۱)

اگرچہ اُردو اناجیل سے یہ الفاظ اور اس آیت کا نمبر پادری صاحبان نے کسی مصلحت کے ماتحت غائب کردیا ہے تاکہ انہیں نماز اور روزے کی پابندی نہ کرنی پڑے مگر عبرانی، انگریزی اور عربی میں آج بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہم مسیحی گریجوایٹ کو حضرت مسیح کے بتائے ہوئے اس "عمل" آزمانے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کیا مسیحی دوست اس نسخہ کو آزمائیں گے؟

۲۔ "علماءِ اسلام" کی حالت

(الف) جناب شورش کاشمیری لکھتے ہیں:۔

"اس اسلام کے پیروؤں کا یہ عالم ہے
کہ گمراہیوں اور تقلیدوں کے اندھیروں
میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ اور
پیشواؤں کی یہ حالت ہے کہ انحطاطِ
فکر اور پستیٔ نظر کا شکار ہو کر اُمّتِ
مُسلمہ کے لئے عذابِ الٰہی بن گئے ہیں۔"

(چٹان ۲۵ فروری ۱۹۶۳ء)

(ب) جناب "مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی" اپنے تازہ ٹریکٹ "فرمانِ مسیح" میں لکھتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ قوم نے ان علمائے
کرام کو اس مقام پر لاکر کھڑا کردیا ہے

کہ گندی نالی صاف کرنے والے ایک
بھنگی کی جتنی قدر و منزلت ہے اتنی بھی
علمائے کرام کو حاصل نہیں۔" (رسالہ
"فرمانِ مسیح" مطبوعہ تعلیمی پریس لاہور صہ ۲)

(ج) جناب حکیم عبدالعزیز صاحب خطیب صادق آباد
لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک ان بریلوی ملاؤں کی ریشہ دوانیوں
کے فروغ کا تعلق ہے یہ گروہ زیادہ تر عوام کے
سادہ لوح جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھاتا اور
کھاتا چلا آیا ہے۔ اس قسم کے **بناسپتی ملاگویر**
کے کیڑے ہیں جو چند لمحے کودلپک کے ہی اپنی
موت آپ مرجاتے ہیں۔"
(چٹان ۲۶ نومبر ۱۹۶۱ء)

(د) جناب شورش کاشمیری "زبان درازملّاں" کے عنوان
سے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کے الفاظ ذیل نقل
کرتے ہیں کہ:۔

"احمد علی لاہوری، عطاء اللہ شاہ بخاری
اور حماد اللہ، ان تینوں پر اسلئے فالج گرا کہ
یہ تینوں قرآن مجید میں معنوی تحریف کرتے تھے
خدا کی طرف سے ان پر عذاب نازل ہوا تینوں
کے پہلو مارے گئے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر
مر گئے حتّٰی کہ مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہ ہوا۔"
(چٹان ۱ جنوری ۱۹۶۲ء)

الفرقان: ہم ان اقتباسات پر کوئی تبصرہ نہیں کرسکتے
یہ اندازِ تحریر اور اندازِ بیان باہمی طور پر ہرگز مناسب
نہیں۔ ہر سچے مسلمان کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو
اس **عذاب** سے نجات بخشے۔ آمین

۳۔ "علماء کے لئے لمحۂ فکریہ"

ملک میں تکفیر کی بھڑکتی ہوئی آگ کے علاج کی
طرف توجہ دلاتے ہوئے ہم نے الفرقان (دسمبر ۱۹۶۱ء) میں
مندرجہ عنوان سے ایک شذرہ سپردِ قلم کیا تھا۔ ہم نے
دہلی کے مشہور اخبار "دعوت" کی اس تجویز کو معقول قرار
دیا تھا کہ:۔

"جو شخص بھی دین کے بنیادی ارکان کا
قائل ہو اور اپنے آپکو مسلمان کہتا ہو
اُسے انشراحِ صدر کے ساتھ مسلمان
سمجھیں اور ہر فرقہ کو اسی اصول کی تلقین
کریں۔" (بحوالہ صدقِ جدید ۲۴ نومبر ۱۹۶۱ء)

اسی سلسلہ میں ہم نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام
کی کتاب ازالہ اوہام صہ ۲ سے ایک اقتباس بھی پیش کیا تھا۔
ایک صاحب نے مدیر اخبار "دعوت" لاہور کو معاملے شذرہ
کی طرف توجہ دلائی۔ تو جناب مدیر صاحب نے اصولی
گفتگو کی بجائے یہ فرما دیا کہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب
تو یہ چاہتے ہیں کہ مولوی انہیں کافر نہ کہیں میں کہتا ہوں
کہ ازالہ اوہام کی عبارت میں صاف لکھا ہے۔ کہ مجھے
اسلئے کافر نہ کہو کیونکہ:۔

"میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمنت باللّٰہ
وملائکتہ وکتبہ ورسلہ و
البعث بعد الموت واشہد ان

لاالٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک
لہٗ واشھد ان محمّداً عبدہٗ
ورسولہٗ فاتّقوا اللّٰہ ولاتقولوا
لست مسلمًا واتقوا الملك
الّذی الیہ ترجعون"

گویا ہر اس شخص کو مسلمان مانو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور بنیادی ارکان کا قائل ہے۔ یہ ایک اصولی تعلیم ہے۔ آج ہم پھر دردمند دل کے ساتھ علماء کو دوبارہ اس اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

اس موقعہ پر "منکر اسلام" کو یہ کہہ کر غلط بحث نہیں کرنا چاہیئے کہ جب علماء تکفیر سے باز نہ آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی اندرونی امراض کے علاج کے لئے ان کا ذکر کر کے اشتعال انگیزی کی ہے۔ وہ کلمات صرف ان کے مستحق افراد کے لئے تھے شریف اور سنجیدہ علماء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ہم زیادہ تفصیل میں جانے کے بغیر پھر کہتے ہیں کہ اب بھی علماء کے لئے لمحہ فکریہ ہے ورنہ ہر آنے والا دن ان کے لئے زیادہ انحطاط اور گراوٹ کی خبر دے رہا ہے۔

۴۔ حضرت چودھری ظفر اللہ خان کا امتیاز!

مولانا عبدالماجد صاحب مدیر صدق جدید لکھتے ہیں :-

"سر ظفر اللہ خان کے سیاسی خیالات سے یہاں بحث نہیں۔ امتیازی چیز یہ ہے کہ اتنا بڑا اعزاز ایک کلمہ گو کو یہ مغربی مادی دنیا پیش کر رہی ہے ——
یاد ہوگا کہ مجلس اقوام کی جنرل اسمبلی کی کرسی صدارت سے آیاتِ قرآنی ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی امری کی تلاوت اسمبلی کی تاریخ میں پہلی بار انہیں ظفر اللہ خان نے کی تھی۔ اور چند سال اُدھر جب مغربی پاکستان میں رات کے پچھلے پہر ریل کا ایک حادثہ عظیم پیش آیا تھا تو اس وقت بھی یہی ظفر اللہ خان وزیر خارجہ اپنے سیلون میں نماز تہجّد ادا کرتے پائے گئے تھے۔"

(صدق جدید ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء)

۵۔ سکھ اخبار کا اعتراف

جالندھر سے شائع ہونے والے روزنامہ "اکالی پتر کا" نے لکھا ہے کہ :-

"ہمیں ... قادیانیوں سے سبق سیکھنا چاہیئے ... قادیانیوں نے اسلام کے پرچار کے لئے دُور دراز ملکوں میں اپنے مبلّغ بھیجے ہیں اور بے شمار لٹریچر شائع کیا ہے۔" (اکالی پتر کا جالندھر ۱۸ فروری ۱۹۶۳ء)

۶۔ پیشگوئی آیت واذا العشار عطّلت کا ظہور

جناب ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید صاحب اپنے سفر نامہ

"پاکستانی مسافر یورپ میں" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-
"پھر اس پر بھی غور فرمائیے (۱۵)
العشار عطلت۔ یہ قیمتی اور گابھن
اونٹنی یعنی قیمتی اونٹ جو بہت کارآمد ہے
معطل ہو جائے گی۔ ہوتی جا رہی ہے
کہ نہیں۔ اب کہاں وہ حاجیوں کے
قافلے جو قطار اندر قطار جدہ سے چل کر
کن کٹھن منزلوں کے بعد مکہ اور مدینہ
پہنچتے تھے۔ اب تو ریگستان عرب میں
قیمتی سے قیمتی موٹر چلتا ہے عنقریب
آپ دیکھ لیں گے کہ اونٹ کی افادیت
ختم ہو جائے گی اور یہ جانور بھی ریگستانوں
میں ناپید extinct ہو جائیگا۔
یہ حالات ہیں جو قیامت کے قریب ظاہر
ہو رہے ہیں۔" (صدق جدید لکھنؤ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء)

الفرقان۔ صحیح مسلم میں ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا کے ارشاد نبوی میں تیز روی کے لئے اونٹوں کی بیکاری کو مسیح موعود کے ظہور کی علامت بھی قرار دیا ہے۔ کیا اہل دل مسلمان اس پر بھی غور کریں گے؟

۷۔ علماء اور ان کے اتباع کے "کارنامے"

(ا) جناب کوثر نیازی مدیر ہفت روزہ شہاب لکھتے ہیں:-
حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت
سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے
خلاف "بھونچال بر لشکر دجال" کے زیر
عنوان جو فتوے شائع کئے گئے ان میں تحریر
تھا "جو ان کے کافر و مرتد ہونے میں شبہ
کرے وہ بھی کافر ہے۔"
بریلوی حضرات نے "حسام الحرمین"
کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا جس پر
تین سو مفتیوں کے دستخط ثبت ہیں اور
اس میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا
رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود الحسن اور
مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے متبعین
کو "بہ اجماع اہل اسلام" مرتد اور خارج
از اسلام بتایا گیا۔ اس کے جواب میں
دیوبندی حضرات نے "رد التکفیر
علی الفحاش التنظیر" کے نام سے رسالہ
لکھا جس میں مولانا احمد رضا خان بریلوی
اور ان کے تمام مریدین و معتقدین کو
کافر کہا گیا ہے۔"
(شہاب لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء ص ۳ کالم ۲)

(ب) مدیر الاعتصام لاہور لکھتے ہیں:-
"فرقہ بریلویہ کی طرف سے جماعت
اہل حدیث کو مسجد کی تعمیر سے روک دیا گیا
اور یہ کام عین اس وقت کیا جبکہ جماعت
اہل حدیث نے مسجد میں ایک حافظ صاحب
کا بھی انتظام کر لیا تھا۔"
(الاعتصام ۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

(ج) نامہ نگار نوائے وقت نے لکھا ہے کہ:-

"جامع مسجد غلام محمد آباد کالونی میں نماز جمعہ کے موقع پر انتالیس افراد پر مشتمل ایک گروہ نے مسجد پر حملہ کر دیا جس سے تقریباً دس افراد زخمی ہو گئے۔ ابتدائی رپورٹ کے مطابق حملہ آوروں نے پہلے مسجد کے غسل خانہ کی دیوار کو گرایا اور پھر مسجد میں بیٹھے ہوئے نمازیوں پر جو خطبہ جمعہ سن رہے تھے، پتھراؤ شروع کر دیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔"

(نوائے وقت لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۸۔ حضرت امام مہدی کے سامنے حضرت عیسٰی کا مقام

شیعہ نقطۂ نگاہ سے امام مہدی کا جو مقام ہے اس کا اندازہ ذیل کے شعر سے کیا جا سکتا ہے جو شیعہ رسالہ معارف اسلام لاہور نے بڑے طمطراق سے شائع کیا ہے۔ لکھا ہے ؎

"جس کے پاؤں میں جبینِ عیسٰی سجدہ ریز ہو
آج وہ ہادی امام ہَلْ اَتٰی آنے کو ہے"

(معارفِ اسلام جنوری ۱۹۶۳ء ص ۵)

اب کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس عقیدہ کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں؟ کیا اس شعر سے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین تو لازم نہیں آتی؟

۹۔ حضرت امام مہدی اور دنیا میں عذاب و تباہی

شیعہ صاحبان بڑے شوق سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں اور اب تو افتتاحیے لکھے جا رہے ہیں کہ "یا اللہ! حضرت امام زمانہ کو جلدی ظاہر فرما"۔ مگر خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف خود ساختہ پیمانوں اور علامتوں سے موعود کو ماپنا چاہتے ہیں۔ مثلاً سکھوں کے گرنتھ صاحب سے "مہدی میر" کی پیشگوئی کو پیش کر کے کہا جا رہا ہے کہ وہ مہدی مغل یا فارسی الاصل نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ میر دراصل میرزا کے مختصر کے طور پر استعمال ہوتا ہے پھر گرنتھوں اور جنم ساکھیوں میں اس موعود کے ظہور کے لئے "پرگنہ بٹالہ" کو مقام ظہور قرار دیا گیا ہے مگر شیعی مقالہ نگار محض احمدیت کی مخالفت میں سب باتوں میں تحریف پر کمربستہ ہے۔ اسی سلسلہ میں شیعہ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ:-

(۱) "مہدی کی آمد کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ صلح و سلامتی کا پیکر ہو گا"۔ (ص ۴۲)

(۲) "یہ تو ممکن نہیں کہ حضرت مہدی تو آئیں عذابوں اور جنگوں کو ختم کرنے مگر اپنے ساتھ لائیں راکٹ اور ایٹم، میزائل اور گولہ بارود اور جنگ بھڑکانے کے مسالے"۔ (ص ۴۳)

ہمیں تسلیم ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام "صلح و سلامتی کے پیکر" ہیں اور آپ نے آ کر تمام مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا منکرین و مکذبین کے لئے عذابوں کا سلسلہ امام مہدی کے آنے سے بند ہو سکتا ہے؟ فاضل مضمون نویس نے حضرات

بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو مدنظر رکھ کر اعتراض تو کر دیا
مگر اسے بھول گیا۔ کہ وہ اسی رسالہ میں لکھ آیا ہے کہ:۔

"ظاہر ہے کہ جب تک منجانب اللہ
حجت خدا کا وجود تسلیم کرکے اس کے
سامنے سر تسلیم خم نہ کیا جائے یعنی
منجانب اللہ حاکم و سردار ہونے کا اصول
تسلیم نہ کیا جائے گا تو دنیا یونہی تباہی
و گناہ کے سمندر میں غوطے کھاتی رہیگی"
(معارف اسلام جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۲)

ہمیں یقین ہے کہ فاضل مضمون نگار اپنی اس عبارت کو یاد کرکے اپنے غلط اعتراض کو واپس لے لیں گے۔

۱۰۔ ایڈیٹر معارف اسلام کی دھمکی کا جواب

ہمارے قارئین کو یاد ہوگا کہ الفرقان ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ہمارے فاضل نامہ نگار شیخ عبدالقادر صاحب کا ایک علمی اور پُر وقار مختصر نوٹ "شیعہ رسالہ الحیا پر ایک نظر" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس تحقیقی نوٹ سے مدیر معارف اسلام بہت جز بز ہوئے ہیں اور انہوں نے فروری کے رسالہ میں "ربوہ کا الفرقان بھی بولا" کے زیر عنوان ایک شذرہ لکھ دیا ہے گالیوں اور غیر متعلقہ باتوں سے تین صفحے سیاہ کرنے کے بعد محترم مدیر اپنی خاص زبان میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اگلے مہینے سے ایک مسلسل مضمون شروع
کیا جا رہا ہے جس میں نہ صرف رسالہ الحیا
کی تنقید کا دندان شکن جواب دیا جائے گا
بلکہ قادیانی مذہب اور پیغمبر قادیان کی
اصلی تصویر بھی آپ کے سامنے آجائیگی
—— ایسی تصویر جو اس سے پہلے آپ نے
کبھی دیکھی نہ ہو۔ البتہ صاحبان الفرقان
کے لئے یہ اعلان کر دینا ضروری ہے کہ وہ
سخت جانوں کے مقابل میں نہ آنا نازنین
دامن جرأت تمہارا دھجیاں ہو جائے گا"
(معارف اسلام فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۵)

ہم تو شیعی ایڈیٹر کے اس انداز دندان شکنی پر ہی حیران ہیں کہ آیا اسی کو مذہب کی نمائندگی اور اسلوب تحقیق کہا جاتا ہے تاہم آئندہ معلوم ہو جائیگا کہ اور کیا کیا شگوفے کھلتے ہیں۔ مدیر معارف یقین رکھیں کہ ہم ان کی گالیوں کے جواب میں وہ انداز ہرگز اختیار نہ کریں گے جو اُن کے شیعہ بھائی یعنی رسالہ المبلغ نے ان کے جواب میں اختیار کیا تھا جس پر مدیر معارف کو فوراً "اسوۂ طاہرین المعصومین" یاد آگیا تھا اور آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ:۔

"جس کا جواب معاصر عزیز المبلغ نے اپنی
اشاعت جنوری ۱۹۶۳ء میں دہ دیا ہے کہ
صاحبان اخلاق کو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ہمیں
افسوس ہے کہ ہم اس بات میں کیوں الجھے۔
جواب تو ہر بات کا ہو سکتا ہے مگر اسوۂ
طاہرین المعصومین مانع ہے"
(معارف اسلام فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱)

جناب یقین فرمائیں کہ ہم "الجھ" کر افسوس نہیں کریں گے بلکہ ہم شروع سے ہی آپ کی گالیوں کو درخور اعتنا نہ سمجھیں گے۔ ہاں اگر آپ نے دلائل اور معقولیت سے کوئی بات کی تو انشاء اللہ العزیز

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ امت سے ان کے جواب دیں گے اور وہ بھی افہام و تفہیم کی غرض سے نہ کہ دھجیاں بکھیرنے کی غرض سے۔ وما علینا الّا البلاغ المبین۔

۱۱۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی

شیعہ صاحبان اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اسلئے وہ اہلسنت سے اکثر پوچھتے رہتے ہیں کہ بتاؤ کہاں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی؟۔ شیعہ صاحبان کی ایک مشہور کتاب منار الھدیٰ سے خود حضرت علیؓ کا اعتراف درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہونے کے ذکر پر فرماتے ہیں کہ:۔

"فمشیتُ عند ذالك الی
ابی بکرٍ فبایعتُہٗ ونھضتُ
فی تلك الاحداثِ حتّی زاغَ
الباطلُ وزھقَ وکانت کلمۃُ
اللّٰہِ ھی العلیا ولو کَرِہَ
الکافرون فتولّی ابو بکرٍ
تلك الامورَ وسدّدَ وقاربَ
واقتصدَ وصَحِبتُہٗ مناصحاً
لہٗ واَطَعْتُہٗ فیما اطاعَ
اللّٰہَ فیہِ جاھداً وما طمعتُ
ان لو حَدَثَ بہٖ حدثٌ وانا
حیٌّ وَیُرَدُّ الی الامر الّذی
بایعتُہٗ فیہِ۔

(منار الہدیٰ مؤلفہ الشیخ علی البحرانی الشیعی ص۳۷۳)

ترجمہ:۔ پس اس وقت میں خود چل کر ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر لی۔ اور ان حوادث کا یہاں تک مقابلہ کیا کہ باطل راہ سے ہٹ گیا اور بھاگ گیا۔ اور خدا تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوا خواہ کافر اسے ناپسند کریں۔ ابوبکرؓ ان امور کے والی رہے اور انہوں نے درستی، اعتدال اور میانہ روی کا طریق اختیار کیا اور میں خیر خواہی سے ان کا دوست رہا۔ اور ان امور میں جن میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ ان کا پوری کوشش سے فرمانبردار رہا اور مجھے کبھی یہ طمع پیدا نہ ہوئی کہ ابوبکرؓ کو میری زندگی میں کوئی حادثہ پہنچے۔ اور امرِ خلافت جس کی میں نے بیعت کی ہے میری طرف لوٹایا جائے"!

۱۲۔ "کیا سعودی حکومت مہنتوں اور بنارس کے پنڈتوں کی حکومت ہے؟"

اس عنوان سے "المنبر" لائلپور نے جناب مودودی صاحب کی "معرکۃ الآراء کتاب خطبات" کا طویل اقتباس نقل کیا ہے۔ جس میں حج اور مناسکِ حج کا ذکر کرتے ہوئے مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں
کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خود ساختہ اڈوں
اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار
کر رکھی ہے جس نے مہنت گری کے کاروبار
کی جڑ کاٹ دی تھی۔"
(کتاب خطبات مصنفہ مودودی صاحب)

اخبار المنبر نے پورا اقتباس درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:۔

"ایک طرف تو حضرت مولانا کے سعودی حکومت
سے جو روابط ہیں انکو سیاسی شہرت کیلئے استعمال
کیا جاتا ہے اور ان کے بل بوتے پر پروپیگنڈہ کی
مہم چلائی جاتی ہے ـــــ دوسری طرف اسی حکومت
کے خلاف ایسا زہریلا پروپیگنڈہ ـــــ ۱۹۴۰ء
سے اب تک اس کتاب کے کئی ایک ایڈیشن نکل چکے ہیں"
(المنبر ۱۹ فروری ۱۹۶۳ء)

الفرقان۔ مودودی صاحب کا سارا کاروبار ہی جب سیاسی ہے تو اس قسم کے تضاد تعجب انگیز نہیں کیونکہ سیاست میں مطلب حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز ذرائع میں فرق نہیں کیا جاتا ہمیں امید ہے کہ اب بہت جلد خطبات میں تبدیلی ہو جائیگی۔

۱۳۔ علماء کی تصاویر

اخبار "تنظیم اہلحدیث" لکھتا ہے :۔

"آج سے قریباً ساڑھے تین سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ ۲۳ر اگست ۱۹۵۹ء کے اخبار کوہستان لاہور میں جامعہ سلفیہ لائلپور کا تعارف کراتے ہوئے مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کے فوٹو بھی شائع کئے گئے تھے ... گزشتہ دنوں اہلحدیث کانفرنس لاہور منعقدہ ۲، ۳، ۴ نومبر ۱۹۶۲ء کے موقعہ پر پھر تصویر اور فوٹو کشی کا عام مظاہرہ کیا گیا۔ اخبارات میں اکابر علماء کرام کے فوٹو بڑے اہتمام سے شائع ہوئے ... اسکے بعد گوجرانوالہ شہر میں اسلامی لائبریری کے افتتاح کے موقعہ پر بھی ان بزرگانِ دین نے اپنے فوٹو کھچوائے جو لاہور کانفرنس میں یہ کام کر چکے تھے۔ اب تازہ واقعہ یہ ہے کہ ۶ر جنوری ۱۹۶۳ء بروز اتوار جامعہ سلفیہ لائلپور میں صحیح بخاری شریف کے اختتام پر ایک تقریب منعقد ہوئی اس میں اخباری نمائندوں کو بھی دعوت دی گئی۔ روزنامہ کوہستان لاہور ۹ر جنوری ۱۹۶۳ء میں صفحہ ۵ پر جامعہ سلفیہ کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے اسکے ساتھ ہی علمائے کرام اور دیگر حاضرین کے فوٹو بھی دیئے گئے ہیں اور ان کے نیچے یہ نوٹ بھی لکھا ہے "جامعہ سلفیہ کی سالانہ تقریب میں قاضی سراج الدین اور مولانا محمد اسمٰعیل ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں"۔" (تنظیم اہلحدیث ۱۰ر جنوری ۱۹۶۳ء)

الفرقان۔ اگر تو علماء کرام دل سے فوٹو کو جائز سمجھتے ہیں اور انہیں اب سمجھ آگیا ہے کہ عبادت کے لئے بُت یا دینی تصویر بنانا تو حرام ہے مگر کسی ضرورت کے لئے اپنے فوٹو کھچوانا حرام نہیں ہے تب تو ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ یقیناً موردِ اعتراض ہیں اور یقولون ما لا یفعلون کے مصداق ہیں۔

درخواستِ دعا: مکرم برادرم محمد بشیر صاحب ہل ڈسپنسری آمر[illegible] کی کافی دنوں سے صحت خراب چلی آرہی ہے احباب ان کی صحت یابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ (محمد الدین شاہد)

ایک تحقیقی اور تبلیغی مقالہ

ہندوستان پر اسلام کا اثر

(جناب مولانا شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس)

(۱)

ظہورِ اسلام

چھٹی صدی عیسوی میں جب اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں سے ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے رُوٹھ گئی تھی اور ظهر الفساد فی البرّ والبحر (خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا) کا نقشہ تھا۔ حق و صداقت کی روشنی معدوم تھی۔ کفر و ضلالت کی گھنگور گھٹائیں ہر طرف چھا رہی تھیں۔ ایسے نازک وقت میں اسلام نے جلوہ گر ہو کر دنیا کو اپنے نور سے منور کیا۔ اور خالق و مخلوق کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑا۔ سچ کہا ایک عارف باللہ نے ؎

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہؤا آپ کے دم سے اسکا قیام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے

اسلام ایک فلسفہ زندگی اور مکمل ضابطہ حیات ہے تعلق باللہ اور روحانیت کے ساتھ ساتھ اس میں تہذیب و اخلاق، تدبیر منزل اور سیاستِ ملکی کے آداب بھی ہیں۔ چونکہ یہ ایک تبلیغی اور عالمگیر مذہب ہے اسلئے مسلمان اس نور اور فلسفہ زندگی کو لے کر ایشیا، افریقہ اور یورپ کی طرف بڑھے اور اسی فلسفہ کے نام پر بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عرب کی سرزمین میں اسلام قائم ہو چکا تھا اور خلافتِ راشدہ میں اس نور کی شعاعیں اور کرنیں شام، عراق، مصر، افریقہ، ایران، آرمینیا، قبرص اور اسپین تک پھیل چکی تھیں اور قیصر و کسریٰ کا طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ گویا ظہورِ اسلام کے چند سالوں بعد ہی مسلمان ساری معلوم دنیا پر چھا گئے تھے اور انہوں نے ایک نئے نظام، نئے تمدن اور نئی تہذیب کی بنیاد رکھی اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق نئے نئے علوم دنیا کو عطا کئے۔ — یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کا نور جس ملک میں پہنچا اس نے اُن کی تہذیب، عقائد، زبان اور لباس وغیرہ پر اثر ڈالا۔ دورِ حاضر کے علوم و فنون کے عروج کی داغ بیل چھٹی صدی عیسوی میں پڑ چکی تھی۔ جس کے بعد تدریجاً ترقی ہوتی رہی۔ چنانچہ

مسٹر رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اپنی مشہور کتاب (Making of Humanity) "تعمیرِ انسانیت" میں اس امر پر بحث کرتے ہوئے کہ دنیا میں

مختلف علوم کی بنیاد کس طرح پڑی اور کس طرح اُن کی ترقی ہوئی۔ تحریر کرتے ہیں :-

"یورپ کی تہذیب اور تمدن کا احیاء پندرھویں صدی میں نہیں بلکہ اس سے پہلے عربوں اور مسلمانوں کے زیر اثر ہوا۔ اٹلی نہیں بلکہ اسپین یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ تھا۔ یورپ اخلاق اور تمدنی پستی اور بربریت کی گہرائیوں میں تدریجاً گرتے گرتے جہالت اور ذلت کی عمیق ترین تاریکیوں میں مبتلا تھا۔ جب اسلامی دنیا کے بڑے بڑے شہر بغداد، قاہرہ، طلیطلہ اور قرطبہ علوم، تہذیب و تمدن کے ترقی پذیر مرکز تھے۔ انہی مرکزوں میں وہ زندگی کی روح پیدا ہوئی جس نے بعد میں انسانی ارتقاء کی ایک نئی شکل اختیار کی۔ اس وقت سے ہی جب اسلامی تہذیب کا اثر محسوس ہونا شروع ہوا دنیا میں ایک نئی زندگی کی رَو پیدا ہونی شروع ہوئی۔"

۲- سی۔ آر۔ ڈاس اپنی کتاب ہسٹوریکل رول آف اسلام (Historical Role of Islam) کے صفحہ ۱ پر رقمطراز ہیں :-

"The creed of Islam made peace at home and the martial value of the saracens conferred the same blessing on the people inhabiting the vast territories from samarkand to spain"

کہ مسلمانوں نے اپنے وطن میں امن قائم کیا اور اپنی سپاہیانہ بہادری کا جوہر دکھا کر سمرقند سے اسپین تک کی اقوام کو وہی برکتیں عطا کیں جو اپنے لوگوں کو دیں۔"

۳- مشہور عیسائی مصنف جرجی زیدان شبلی شمیل اپنی عربی کتاب "النشوء والارتقاء" کے صفحہ ۲۵۲ پر لکھتے ہیں :-

"موسیٰ کی شریعت مادی اور عملی ہے مگر وہ نامکمل۔ عیسیٰ کی شریعت میں حکمت و نصیحت کی نظر دنیا کی نسبت صرف روحانی عالم تک ہی محدود رہی۔ اس کے برعکس محمد کی شریعتِ اسلامیہ وہ اجتماعی نظام ہے جو عملی، مادی، قانونی اور حقیقی ہے اور جب تک مسلمان اس پر عمل پیرا رہے اُن کی دنیا سنور گئی اور وہ اس میں اپنے ساتھ کی دوسری قوموں پر سبقت لے گئے۔"

۴- راما کرشنا مشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب The Cultural (دی کلچرل ہیری ٹیج آف انڈیا) Heritage of India کے صفحہ ۵۲۰ پر رقم

ہے :-

"No one can deny that the Islamic religion has contributed considerably to the progress of the world, its cevilization, its Knowledge and its culture, although even in this enlightened age the admissin is made grudgingly and with some hasitation."

کہ کوئی شخص اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ مذہب اسلام نے دنیا کی ترقی میں اپنی اسکی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں شاندار خدمت سر انجام دی ہے۔ اگرچہ اس روشنی کے زمانہ میں اس حقیقت کا اعتراف قدرے توقف اور ہچکچاہٹ سے کیا جاتا ہے۔"

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

ضمنی طور پر اس اعتراض کا جواب دیا جانا ضروری ہے جو بسا اوقات بعض ناواقف لوگوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت اس کی عمدہ تعلیمات اور اس کی روحانیت کی وجہ سے ہوئی ہے نہ کہ تلوار کی مدد سے چنانچہ اس بارہ میں بھی بعض غیر مسلم معززین کی آراء پیش کرتا ہوں :-

۱- آزادیٔ ہند کے علمبردار مہاتما گاندھی فرماتے ہیں :-

(ا) "اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ اسلام اپنے عروج کے زمانہ میں بھی تعصب اور غیر رواداری سے پاک رہا ہے۔ دنیا اس کے احترام پر آمادہ تھی جب مغرب پر تاریکی مسلط تھی تو مشرق کے افق پر ایک روشن ستارہ طلوع ہوا اور اس نے مصائب و آلام سے برباد شدہ دنیا کو آرام اور روشنی سے شادکام کیا۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں۔ وہ بھی اسلام سے ایسی محبت کریں گے جس طرح کہ میں کرتا ہوں۔" (سیاست لاہور ۹ر جون ۱۹۲۴ء)

نیز فرماتے ہیں :-

(ب) "میں جوں جوں اس حیرت انگیز مذہب کا مطالعہ کرتا ہوں حقیقت مجھ پر آشکار ہوتی جاتی ہے کہ اسلام کی شوکت تلوار پر مبنی نہیں بلکہ اس کے خلفاء اولین کی قوت برداشت، ان کی قربانی اور بزرگی پر منحصر ہے۔" (پیسہ اخبار لاہور)

(ج) "سیرۃ النبیؐ کے مطالعہ سے میرے اس

عقیدہ میں مزید پختگی اور استحکام آگیا۔
کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات
انسانیت میں رسوخ حاصل نہیں کیا بلکہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی،
انتہائی بے نفسی، عہود و مواثیق کا انتہائی
احترام، اپنے رفقاء اور متبعین کے
ساتھ گہری وابستگی، جرأت، بے خوفی،
اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد اور
نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد،
اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب
تھے۔ یہ خصائص ہر مشکل اور ہر رکاوٹ
کو اپنی ہمہ گیر رَو میں بہا لے گئے۔"
(مسلم راجپوت یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء)

(۲) بھگت سائیں داس ایڈووکیٹ فرماتے ہیں:۔
"بعض ناواقف کہہ دیا کرتے ہیں کہ
اسلام تلوار سے پھیلا۔ مگر اُن لوگوں کو
یہ بھی بتانا چاہیئے کہ وہ تلوار کے دھنی
حضرت محمد صاحب نے کہاں سے پیدا
کر لئے جنہوں نے بھارت ورکش سے
لے کر اسپین تک تہلکہ مچا دیا۔ پس یہ
صحیح نہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔"
(الفضل ۳۱ مئی ۱۹۲۹ء)

(۳) پروفیسر رام دیو جی نے لاہور میں لیکچر دیتے ہوئے فرمایا:۔
"یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا
ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اشاعتِ اسلام
کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اگر
مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج
کوئی پھیلا کر دکھا دے۔" (اخبار پرکاش لاہور)

(۴) سکھ لیڈر گیانی شیر سنگھ جی رقمطراز ہیں:۔
"ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور
سے اتنا نہیں پھیلا جتنا کہ صوفی فقیروں نے
پھیلایا ہے۔ فرید ایسے بڑے لائق مسلمان
بزرگ نے ہزاروں ہندو مسلمان بنائے۔
صوفی فقیر اپنی آزاد خیالی اور فراخ دلی
کے باعث ہندوؤں میں اپنی محبت اور
عقیدت کے بیج بو دیتے تھے۔۔۔ صوفی
فقیروں پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا
انہوں نے اسلام کی جو اشاعت کی ہے
اس میں اُن کے اپنے شخصی اخلاق، اسلام
کی قدرتی سادگی اور ہندو مذہب کی
کمزوری کا بڑا دخل ہے۔"
(ترجمہ از دھرم داچھتر ص۳۲)

(۵) مسٹر وی جی ڈیسائی اخبار "ینگ انڈیا"
(Young India) میں اپنے ایک مضمون بعنوان
"اسلام اور عدمِ تشدد" میں فرماتے ہیں:۔
"یہ نہایت افسوسناک امر ہے کہ
ہندوستان میں بعض تاریخی وجوہ کی بناء
پر اسلام اور تشدد کو مترادف خیال کیا
جاتا ہے۔ مسلمان فاتحین کی نسبت کہا جاتا
ہے کہ انہوں نے ایک ہاتھ میں قرآن اور

دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر ملکوں کو تہ و بالا کر ڈالا حالانکہ ہم قرآن پاک میں مطالعہ کرتے ہیں لا اکراہ فی الدّین۔ مذہب میں تشدد سے کام مت لو یا مذہب میں جبر جائز نہیں۔ فی الحقیقت پیغمبرِ اسلام تشدد یا جبر سے مذہب تبدیل کرانے کے اتنے خلاف تھے کہ جب اُن لوگوں نے جو ابتدائی زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے اپنے بیٹوں کو جو مشرک یا یہودی تھے جبراً مسلمان کرنے کی کوشش کی تو آنحضرتؐ نے اُن کو اس قرآنی حکم پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ جب ایک باپ کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو جبر و تشدد سے مسلمان کرے تو ظاہر ہے کہ اجنبیوں اور غیروں کو تو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے کبھی مجبور کیا ہی نہیں جا سکتا۔" (اخبار ہمدرد دہلی ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اسلام کی آمد سے قبل ہندوستان کی حالت

اب میں اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ اسلام کی آمد سے قبل ہندوستان کی مذہبی حالت یہ تھی کہ بدھ دھرم اور جین مت کا خاتمہ ہو کر ویدک دھرم معرضِ وجود میں آ رہا تھا۔ توحید مفقود تھی۔ بُت پرستی کا دور دورہ تھا۔ ایسے مندر تعمیر ہو رہے تھے جن میں ہزاروں بُت رکھے جاتے تھے۔ سماجی اعتبار سے ہندوستان کی آبادی چار ورنوں میں تقسیم تھی یعنی برہمن، ویش، کھشتری اور شودر۔ اور ذات پات کا امتیاز زوروں پر تھا۔

اور ملک کی سیاسی حالت یہ تھی کہ ہندوستان مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور مملکتوں میں بٹا ہوا تھا۔ سیاسی اتحاد مفقود تھا۔ راجہ ہرش کی سلطنت کے خاتمہ پر یہ صورت پیدا ہو گئی تھی۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کا عروج شروع ہوا۔ اور مسلمانوں نے شام اور ایران کو فتح کیا اور ہندوستان کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے زمانہ خلافت میں سنہ ۶۳۶ء میں پہلا عربی بحری قافلہ خلیج فارس میں آیا اور بمبئی کے علاقہ میں بھروچ اور دیبل تک پہنچا اور اسی زمانہ میں ایک بحری قافلہ ملایا اور چین گیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد!

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد تین طرق پر ہوئی:۔

اوّل۔ وہ بحیثیت تاجر آئے۔

دوم۔ بطور صوفی و مبلغ آئے۔

سوم۔ بحیثیت فاتح اور حاکم داخل ہوئے۔

اب متذکرہ بالا تینوں امور کا قدرے تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہوں۔

امرِ اوّل۔ تجارت

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مسلمان تاجروں کا پہلا بحری قافلہ سنہ ۶۳۶ء میں بھروچ اور دیبل آیا اور پھر آٹھویں صدی میں کاٹھیاواڑ میں

تجارت شروع ہوئی۔ بعد ازاں مسلمان تاجر مغربی ساحل کے علاقہ مالابار میں پہنچے اور وسیع پیمانے پر تجارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسلام چونکہ تبلیغی مذہب ہے اس لئے ان مسلمان تاجروں نے اس علاقہ کے لوگوں میں تبلیغ بھی شروع کر دی۔ ہندوستان کے مشہور مؤرخ ڈاکٹر تارا چند ان مسلمان تاجروں کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"They must have entered upon missionary efforts soon after setteling down, for Islam is essentially a missionary religion and every musalman is a missionary of his faith."
(Influence of Islam P. 37)

کہ ان مسلمان تاجروں نے ہندوستانی علاقہ میں قیام کرنے کے بعد ضرور تبلیغ شروع کر دی ہو گی۔ کیونکہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور ہر ایک مسلمان اپنے مذہب کا مبلغ ہوتا ہے۔"

چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انہی مسلمان تاجروں کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں مالابار کا آخری بادشاہ جو Cheraman Pourmal Kings میں سے تھا مسلمان ہو گیا۔ اس کا اسلامی نام "عبد الرحمن سمری" رکھا گیا۔ مالابار کے علاقہ میں عبادت کے لئے مساجد تعمیر کی گئیں۔ کن نور اور کالی کٹ میں اتنا اثر پڑا کہ وہاں مسلمانوں کو MAPLA (ماپلا) بڑا لڑکا یا داماد کہنے لگے۔ کیونکہ ان عرب تاجروں میں سے بعض نے وہاں شادی کر کے خانہ دامادی اختیار کر لی تھی۔

امر دوم تصوف و تبلیغ

ہندوستان کے مشرقی ساحل پر جہاں ترچنا پلی آباد ہے جس کا پہلا نام Trisuna ہے ایک ترکی شاہزادہ NATHAD WALI آیا اور وہاں تبلیغ کی رو میں فوت ہو کر مدفون ہوا۔ اس کی قبر ۴۱۷ ہجری مطابق ۱۰۳۹ عیسوی کی ہے۔ اس شاہزادہ کا جانشین سید ابراہیم شہید مقرر ہوا۔ انہوں نے چند برس اس علاقہ میں حکومت قائم کی۔ مگر بعد میں ان کو شہید کر دیا گیا۔

جنوبی ہند میں "مدھورا" کے علاقہ میں سنہ ۱۳۰۰ء میں مسلمان آئے۔ اُن کے لیڈر ملک الملوک تھے۔ ان کے ساتھ ایک بزرگ علی بادشاہ تھے حضور پجری کے پاس اُن کا مزار ہے۔

سندھ میں سنہ ۱۶۰ ہجری کے قریب الربیع بن صبیح الاسدی البصری آئے اور وہیں فوت ہوئے۔

نیز اسلام کے ظہور کے بعد مختلف اوقات میں مسلمان سوداگر اور بزرگان ہندوستان میں تشریف لائے ان میں سے بعض حق تبلیغ و تربیت ادا کر کے واپس تشریف لے گئے۔ مگر اکثر یہاں پر ہی مقیم رہے اور بعد از وفات

ہندوستان میں ہی مدفون ہوئے۔ ان میں سے بعض بزرگان کے اسمار گرامی یہ ہیں :-

۱۔ حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ (داتا گنج بخش لاہور) محمود غزنوی کے حملہ کے بعد ہندوستان کی سیاحت اور تبلیغ کیلئے آئے۔ ۴۶۵ھ ہجری میں لاہور میں وفات پائی۔

۲۔ شیخ اسمٰعیل بخاریؒ۔ گیارھویں صدی کے شروع میں ہندوستان آئے۔

۳۔ شیخ فریدالدین عطارؒ (مصنف تذکرۃ الاولیاء) بارھویں صدی کے آخر (۱۱۹۵ء) بطور سیاح ہندوستان آئے۔

۴۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ ۱۲۳۴ء میں اجمیر میں وارد ہوئے۔ وہاں ہی مزار مبارک ہے۔

۵۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ یہ خواجہ معین الدینؒ کے خلیفہ تھے۔ دہلی میں وفات پائی۔

۶۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ یہ خواجہ بختیار کاکی کے خلیفہ تھے۔ پاکپتن میں مزار ہے۔

۷۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ۔ یہ شیخ فریدؒ کے خلیفہ تھے۔ دہلی میں مدفون ہیں۔

۸۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ۔ تیرھویں صدی عیسوی میں بنگال میں آئے۔

۹۔ سید جلال الدین بخاری سُرخ پوش ۱۲۴۴ء اُچ بہاولپور میں آئے۔ ۱۲۹۱ء میں وفات پائی۔

۱۰۔ شیخ عبدالکریم الجیلی (مصنف "انسان کامل" و شارح ابن العربیؒ) ۱۳۸۸ء یعنی چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندوستان آئے۔

۱۱۔ سید محمود گیسو دراز (خواجہ بندہ نواز) چودھویں صدی عیسوی میں گلبرگہ دکن میں آئے۔ وہاں پر ہی آپ کا مزار مبارک ہے۔

۱۲۔ پیر صدرالدین صاحب۔ اسمٰعیلی خوجہ فرقہ کے پیر۔ پندرھویں صدی عیسوی میں وارد ہندوستان ہوئے۔

۱۳۔ سید یوسف الدین صاحب۔ میمن فرقہ کے پیر۔ پندرھویں صدی عیسوی میں وارد ہندوستان ہوئے۔

۱۴۔ بہاؤالدین زکریا (سہروردی) ۱۲۶۶ء میں ملتان میں وفات پائی۔

۱۵۔ شاہ مدار۔ گیارھویں صدی عیسوی میں وارد ہندوستان ہوئے۔

۱۶۔ شیخ سرور۔ بارھویں 〃 〃 〃 〃

ان بزرگوں کی تبلیغ اور پاکیزہ عملی نمونہ اور روحانی توجہ کے نتیجہ میں ہزارہا لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور بعض جن کو اسلام میں داخل ہونے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ عقیدتمند تو ضرور ہیں اور اب بھی قریباً اڑھائی کروڑ غیر مسلم ان بزرگوں کے عقیدتمند موجود ہیں۔ اسلام کی توحید کی فطری تعلیم کے نتیجہ میں مساوات انسانی قائم ہوئی۔ انسانیت کو عزت و وقار ملا اور ذات پات کا امتیاز ختم ہو گیا۔

امر سوم: بحیثیت فاتح اور حاکم

۱۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں (یعنی خلافت بنو امیہ کے عہد میں) اسلام کا نور سندھ کی طرف بڑھا۔ ۷۱۲ء مطابق ۹۳ ہجری میں اسکی سعادت محمدؒ بن قاسم کو حاصل ہوئی۔ محمد بن قاسم کے حملہ کی وجہ تاریخی طور پر یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیلون کے بادشاہ نے حجاج بن یوسف گورنر کو کچھ تحفہ ایک بحری بیڑہ میں ارسال کیا تھا۔ راستہ میں ہندوستانی قزاقوں نے اس بحری قافلہ پر حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا اور عرب عورتوں کو قید کر لیا۔ اطلاع ملنے پر حجاج نے سندھ کے راجہ داہر کو سب اشیاء واپس کرنے کے لئے لکھا۔ مگر اس نے اس مطالبہ کو پورا نہ کیا۔ تب حجاج کے حکم سے سپہ سالار محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پر حملہ ہوا اور اس نے

سندھ، ملتان اور الور پر قبضہ کر لیا۔

۲۔ سندھ میں چونکہ ہندو دھرم کا زور تھا اور انکے بُت خانے موجود تھے۔ محمد بن قاسم نے ان کے بارہ میں حجاج بن یوسف سے دریافت کیا تو اس نے "علماء بغداد" سے رجوع کیا اور جواب آیا:۔

"ما البد الا کنائس الیھود والنصاریٰ ونیران المجوس" (تاریخ بلاذری)

کہ بُت خانے یہود و نصاریٰ کے معبدوں اور مجوسیوں کے آتشکدوں کی طرح ہیں۔ چنانچہ ان بُت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا گیا اور ہندوؤں کو مذہبی آزادی دی گئی اور حکومت کے کاموں میں بھی اُن کو شریک کیا گیا۔

۳۔ جس حکومت کی داغ بیل محمد بن قاسم نے ڈالی عباسی خلیفہ معتمد باللہ کے زمانہ میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی جگہ چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں رہ گئیں جن پر کبھی قرامطہ اور کبھی بنو فاطمہ نے قبضہ کیا۔ سندھ کی اسلامی حکومت کی مدت سو سال سے متجاوز نہیں ہوتی مگر مسلمان اسکے بعد بھی اس سرزمین میں بستے رہے۔ اور ہندو مسلم ایک ہندوستانی قوم کی طرح پھیلتے پھولتے رہے۔ چنانچہ محمود غزنوی کے حملہ سے قبل ۳۰۰ سال کے زمانہ کے بارہ میں پنڈت جواہر لعل نہرو وزیراعظم ہندوستان اپنی کتاب "تلاش ہند" میں رقمطراز ہیں:۔

"اب تک (یعنی محمود غزنوی سے پہلے) تقریباً تین سو برس تک اسلام مذہب کی حیثیت سے پُرامن طور پر پھیلا تھا اور ہندوستان کے مذاہب نے بغیر کسی اختلاف و تصادم کے اپنی جگہ حاصل کر لی تھی۔"

۴۔ محمد بن قاسم کے ۳۰۰ سال بعد سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا بلکہ سترہ حملے کئے مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں ہندوستان میں کوئی پائیدار سلطنت قائم نہ کر سکا بلکہ ہر دفعہ مال و دولت لے کر غزنی کو واپس چلا گیا۔ غزنوی خاندان کے بعد ہندوستان میں غوری، خاندانِ غلاماں، خلجی اور تغلق خاندانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ بالآخر ۱۵۲۶ء میں بابر نے مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو قریباً سوا تین سو سال تک قائم رہی جس کا خاتمہ ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر کے زوال کے ساتھ ہو گیا۔ خاندانِ مغلیہ میں اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر بہت شان اور دبدبہ کے بادشاہ گزرے ہیں۔ جن کے عہدِ حکومت میں ہندوستان نے علوم و فنون اور سماجی و اقتصادی معاملات میں بہت ترقی کی۔

۵۔ بنگال میں مسلمان بارھویں صدی میں پہنچے۔ اُس وقت وہاں بدھ دھرم تھا۔ تیرھویں صدی میں مہاراشٹر اور دکن فتح ہوا۔ اور چودھویں صدی کے وسط تک مسلمانوں نے ہندوستان میں ایک وسیع سلطنت قائم کر لی تھی۔ جس کا خاتمہ انیسویں صدی کے وسط میں ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

(باقی)

ایک ایمان افروز تجزیہ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جنگِ بدر

(از جناب ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری)

جنگ کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں، ایک ٹھنڈی اور دوسری گرم۔ انگریزی زبان میں اوّل الذکر کو کولڈ وار اور ثانی الیبان کو ہاٹ وار کہتے ہیں۔ غزوۂ بدر دوسری قسم کی پہلی جنگ تھی۔ جن خصوصیات، کمالات اور معجزات کا یہ معرکہ حامل تھا اور جس ثابت قدمی، اولوالعزمی اور ایثار کا نمونہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کی معیت میں پیش کیا اور جو اہمیت اِس مقابلہ کو حاصل ہے اس کی نظیر تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے نہیں ملتی۔ فوجی نقطۂ نگاہ اور سیاسی زاویہ سے اِس وقت تک اِس قدر مدھم روشنی اس کی کیفیت اور کمیت پر ڈالی گئی ہے کہ فتح کے خمار نے میدانِ جنگ کے غبار سے باہر جھانکنے کی فرصت نہیں دی۔ یہ اوّلین غزوہ تھا جس میں مسلمانوں کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی۔ اور نبی علیہ السلام خود بنفسِ نفیس قلیل تعداد لشکر کے ساتھ غنیم کی کثیر فوج کے بالمقابل صف آراء ہوئے تھے اور ایسے حالات میں دشمن کو شکست دی تھی کہ یہ وقوعہ بے مثال ہو گیا۔ اسلام کے لئے فتوحات کا دروازہ کھولنے کا باعث ہوا۔ کفار مکہ کی کمر توڑ دی اور اُن کی جنگی صلاحیت کی شہرت کو خاک میں ملا دیا۔ گرد و نواح میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور انہیں وقار کی زندگی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے کیسے پورے ہوئے اور جنگی قانون کیونکر مرتب ہوا اور مسلمانوں نے کس تکنیک کے تحت یہ جنگ لڑی اور آئندہ جنگوں کے لئے تیاری کی اور کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ جنگی جرنیل کے فرائض ادا کئے۔ اور کیسے دشمن کو مغلوب کر کے بلند اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ یہ سب امور اس غزوہ میں یکجا جمع ہو گئے تھے اس لئے اس کی تفصیل کا احساس مجھے شدت سے ہوا۔ پس آج میں اِس مضمون پر قلم اٹھاتا ہوں۔ وما توفیقی اِلّا باللّٰہ۔ ولاحول ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ۔

جنگ کی پوری اہمیت کا اندازہ لگانے سے قبل محاربین کے مزاج، ان کی عادات، اُن کی رہائش، اُن کی رسم و رواج اور دیگر کوائف کا پتہ لگانا ضروری

ہوتا ہے اس لئے مختصراً میں مضمون کو ایسے چھوٹے چھوٹے حصّوں پر تقسیم کروں گا جن کا تعلق براہِ راست اس جنگ سے ہوگا:-

(۱) چودہ صدی قبل اہلِ مکّہ کی زندگی

چودہ سو سال قبل کا نقشہ یہ ہے کہ

مکّہ ملکِ عرب کے صوبہ حجاز کا مشہور شہر ہے جو ساحلِ سمندر سے تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جدّہ بندرگاہ ہے۔ حجاز کا تقریباً سارا علاقہ پہاڑی ہے اور مکّہ کی بستی چاروں طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ زمین ریتلی اور غیر آباد ہے۔ سمندر کے ساتھ ساتھ کی زمین شور اور کلّر زدہ ہے۔ ناقابلِ کاشت ہے۔ کہیں کہیں پانی پینے کے چشمے ہیں اور کھجور کے درختوں کے جھنڈ ملتے ہیں۔ سخت گرمی پڑتی ہے۔ آب وہوا بالکل گرم ہے۔ عام پانی کی قلت ہے۔ خوراک معمولی کھجور، بیر یا شکار ہے اسی لئے لوگ جفاکش مضبوط اور صبر کیش ہیں۔ اونٹ اور گھوڑا سواری کے لئے پالتے ہیں۔ ان کے بغیر نقل و حرکت مشکل ہی نہیں بسا اوقات ناممکن ہوتی ہے۔ ضروریاتِ زندگی مختصر ہیں۔ مستقل رہائش کے مقامات نہیں۔ گھروں کی تعمیر کا شوق نہیں خیمے کی زندگی، کھلا میدان، دامنِ کوہ یا وسطِ صحرا ہر جگہ بسیرا کر لیتے ہیں۔ آج یہاں اور کل وہاں کبھی کوہسار کی بلندی پر کبھی ریگستان کے اندر سفر کرتے ملتے ہیں۔ نیزہ، تلوار، ڈھال، تیر و کمان اسلحہ ہیں جن پر حفاظت و شجاعت کا انحصار ہے۔ تجارت عام پیشہ ہے۔ لوٹ مار، رہزنی، ڈاکہ، چوری سب ہی کچھ عام دستور ہے۔ شہسواری، نیزہ بازی، شمشیر زنی، قتل و غارت کا شغل دن رات کی مصروفیت کے لئے کافی ہے۔ باشندگانِ عرب نڈر، جوانمرد، جنگجو اور موت سے بے پرواہ ہیں۔ اپنی آزادی، قبائلی زندگی، اہل و عیال کے ناموس کے لئے بڑے غیور اور جراٗت مند ہیں۔ اپنی قومی روایات پر نازاں ہیں اور رسم و رواج کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔ زبان کے فصیح ہیں، مؤثر کلام پر قادر ہیں۔ نظم و راگ کے شوقین ہیں۔ کھیلوں، تماشوں اور مقابلوں کے دلدادہ ہیں۔ بُت پرستی مذہب ہے۔ شعراء کی عزت کرتے ہیں۔ مہمان کے قدردان ہیں۔ اپنے وطن، اپنے پہاڑ، وادی، شعراء، معبود اور بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ مکّہ کے قدیم ترین معبد خانہ کعبہ کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔ روانگی اور واپسی پر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں جس میں ۳۶۰ بُت یعنی پتھر کے مجسمے جمع کر رکھے ہیں۔ گویا اچھا خاصہ صنم خانہ بنا رکھا ہے۔ بڑے بڑے بُتوں کی یاد میں اور قدر و منزلت کے قیام کے لئے سالانہ میلے منعقد کئے جاتے ہیں۔ خانہ کعبہ زیارت کیلئے مرجعِ عالم ہے۔ دُور دُور سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ چونکہ مکّہ شاہراہِ یمن و شام پر واقع ہے زائرین سے نذرانے تحفے وصول کرتے ہیں اور بوقتِ ضرورت لوٹ مار بھی کر لیتے ہیں۔ مکّہ کی حیثیت ایک شہر کی ہے۔ دیہات چھوٹے چھوٹے ہیں جنہیں قریہ کہتے ہیں۔ گردونواح میں دُور دُور واقع ہیں۔ یہاں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ کھجور اور پانی ناکافی مقدار میں ضرور دستیاب ہے البتہ خانہ کعبہ کا چشمہ جسے زمزم کہتے ہیں ہمیشہ کے لئے جاری ہے اُس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ سبزی، پھل وغیرہ سب باہر سے آتے ہیں۔ لوگ تجارت کے لئے موسم گرما میں ملکِ شام کی جانب

اور سرما میں یمن کی طرف قافلوں میں سفر کرتے ہیں اور تبادلۂ اشیاء کر کے گذران کرتے ہیں۔ بھیڑ بکری بھی پالتے ہیں۔ جن سے دُودھ، گوشت اور بال حاصل کرتے ہیں۔ بالوں سے قالین، خیمے اور رسّے بناتے ہیں اور کھال سے جُوتے، زین اور مشکیزے تیار کرتے ہیں۔ دوپہر اور دُھوپ کے وقت سستاتے ہیں اور سَیر و سفر بوقت رات یا صبح و شام کرتے ہیں۔ اعضاء مضبوط اور متناسب ہیں آنکھیں تیز ہیں۔ ہاضمہ خوب ہے صحت اچھی ہے۔ عمریں لمبی ہیں۔ محنت کے عادی ہیں۔ پانی کی قلت اور خوراک کی کمی انہیں امورِ دُنیا کی سرانجام دہی سے مایوس نہیں کرتی۔ صابر و شاکر ہیں۔ عرب کہلانا، بیکار رہنا، صحرا نوردی کرنا، گھوڑے پالنا، لُوٹ مار اختیار کرنا فخر کے اسباب ہیں تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ہیں، بالکل نابلد ہیں اور اسی پر خوش ہیں۔ مہمان کے اس قدر قدردان ہیں کہ تمام رات آگ روشن رکھتے ہیں تاکہ بھُوکا مسافر آگ سے راستہ ڈھونڈ کر اُن کے ہاں پہنچکر کھانا کھائے اور آرام سے وقت بسر کرے۔ بڑے فراخ دل اور جانفشانی کرنے والے ہیں۔ بڑے رازداں اور باوفا ہیں۔ ضدی ہیں۔ کینہ توز ہیں صلح پسند نہیں۔ زود رنج ہیں۔ جلدباز ہیں۔ سادہ ہیں۔ چرب زبان ہیں۔ ماں باپ کے اطاعت گزار ہیں۔ سیاہ فام بھی ہیں اور سُرخ و سفید بھی مگر عادات و اطوار میں کوئی فرق نہیں۔ جیسے سنگلاخ زمین ہے ویسے ہی سخت جان لوگ ہیں۔

لونڈی غلام رکھنے کا عام رواج ہے۔ یہ عام طور پر لڑائی میں قیدیوں کی صورت یا لُوٹ مار میں ہاتھ آتے ہیں لیکن بازاروں میں خرید بھی کئے جاتے ہیں۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی بھی مثالیں ملتی ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے سالوں تک طول پکڑ جاتے ہیں اور فیصلہ نہیں ہوتے۔ انتقام میں مُردوں کا مُثلہ کرتے ہیں یعنی ان کی ناک کان کاٹ ڈالتے ہیں۔

حجاز کے دیگر شہر طائف، یثرب اور ینبوع ہیں۔ طائف صحت افزا مقام ہے۔ پھل اور سبزیاں بکثرت ہیں۔ مکہ سے ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے ینبوع بندرگاہ ہے۔ مچھلی عام ملتی ہے اور یثرب ملیریا بخار کی وجہ سے معروف ہے۔ پانی کی قدرے بہتات ہے۔ باغات ہیں کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ شام کو جانے والی بڑی گذرگاہ پر واقع ہے۔ مکہ سے ۲۸۰ میل دُور ہے۔

مکہ کے رہنے والے اکثر قریش ہیں لیکن قبائل نے اپنے اپنے آباء و اجداد کے ناموں پر شہرت حاصل کی ہے۔ کوئی بنو ہاشم ہیں تو کوئی بنو امیہ۔ افراد اپنے ناموں کے ساتھ باپ کا نام بولتے ہیں لیکن کُنیت کا استعمال بھی بکثرت ہے۔ اس میں خال خال عیسائی، یہودی اور مجوسی بھی آباد ہیں۔ خانہ کعبہ کے متولّی بنو ہاشم ہیں۔ لیکن دوسرے قبیلوں کے سُپرد بھی مختلف کام ہیں۔ جنگ کیلئے گھوڑوں کی دیکھ بھال اور انتظام۔ قومی جھنڈے کی حفاظت، مہمان نوازی، سیاسی امور کا تصفیہ، تجارتی امور کی نگرانی اور زائرین کو پانی پلانا اور اُن کی خدمت یہ سب الگ الگ شعبے مختلف قبیلوں کے سرداروں کے سپرد ہیں۔

خانہ کعبہ کے پہلو میں مخزومی قبیلہ کا ایک کچا کوٹھا ہے جسے دار الندوہ کہتے ہیں۔ اس میں سرداران قبائل

جمع ہوتے ہیں اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں اور باہمی مشاورت سے خارجی اور داخلی امور کا تصفیہ کرتے ہیں۔ زمینداری سے نفرت کرتے ہیں۔ انتہائی درجہ کے ذہین لوگ ہیں "ڈرو اور، کوٹو اور بھاگ جاؤ" ان کا جنگی اصول ہے۔ بتوں کی بڑائی ان کا نعرہ ہے طعنہ زنی سے گھبراتے ہیں۔ دشنام دہی اور لہجہ کی تلخی ان کا روزمرّہ ہے۔ توہم پرست ہیں۔ بحری سفر سے بچتے ہیں۔ تیروں سے فال لیتے ہیں۔ انسانی قربانی سے بھی گریز نہیں کرتے۔ گھریلو پرندوں تک کو اپنا مہمان جانتے ہیں اور اُن کے ایذا کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ قول کے پکے اور وعدے کے سچے ہیں۔ بچوں کی پرورش عموماً دیہاتی عورتیں کرتی ہیں۔ اس طرح شہروں اور دیہات کا بھائی چارہ عمر بھر کے لئے قائم ہو جاتا ہے۔ بچے کھلی فضا میں پل کر، بدویانہ زبان سیکھ کر لڑکپن میں داخل ہوتے ہیں اور مردانہ فنون میں کسب کمال کرتے ہیں قصص سلف اور تذکرۂ قوم بشوق سنتے اور دُہراتے ہیں۔ ان میں انتقام اور سبقت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے نہ تو علاقہ میں کوئی خاص بیماری ہے اور نہ ہی لوگوں کی جسمانی حالت ایسی ہے کہ جلد امراض کا شکار ہوں۔ صحتمند ہیں۔

(۲) حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ پُر نور

حضرت عبدالمطلب کا زمانہ تھا آپ بنو ہاشم کے رئیس تھے۔ خانہ کعبہ کے متولّی تھے۔ آپ کے لڑکے عبداللہ کے ہاں ایک بچہ نے اُس وقت جنم کیا جبکہ اُس کا والد فوت ہو چکا تھا۔

اور وہ یتیم پیدا ہوا۔ دائی حلیمہؓ کا دودھ پی کر اور اُن کی گود میں کھیل کر بڑا ہوا اور جلد ہی اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے پاس واپس آ گیا۔ دادا نے اپنی کفالت میں پرورش کی۔ لیکن آپ کا سایہ زیادہ دیر تک آپ کے سر پر نہ رہا اور والدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ یہ بچہ جس کا نام والدہ اور دادا نے **محمدؐ** رکھا تھا اپنے چچا کی نگرانی میں پروان چڑھا۔ آنحضرتؐ جب سنِ بلوغ کو پہنچے تو خدیجہؓ نامی ایک مشہور مالدار عورت سے عقد کیا لیکن اس کا مال غرباء میں بانٹ دیا۔ غلاموں کو آزاد کر دیا اور غربت کی زندگی کو ترجیح دی۔ آپؐ کی نیک چلنی، سچائی، ہمدردی، غرباء پروری زبان زدِ خلائق تھی۔ آپؐ کم گو اور شیریں گفتار تھے۔ مزاج سادہ اور دلفریب تھا۔ لباس ارزاں اور ستھرا ہوتا تھا۔ آپ کی عادات شریفانہ تھیں اور اخلاق فاضلانہ تھے۔ لوگ آپؐ کو **صادق** اور **امین** کے لقب سے پکارتے تھے۔ **ابوالقاسم** آپؐ کی کُنیت تھی۔ پہلے بیٹے کا نام آپؐ نے قاسم رکھا تھا۔ آپ کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی حضرت فاطمہ زہراؓ جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں آپؐ کے بعد بھی زندہ رہیں۔ آپؐ اپنی بیوی اور بچوں سے نہایت محبت اور اکرام سے پیش آتے تھے لیکن آپ کو عبادت و ریاضت کا بھی شوق تھا۔ مکہ کی بستی سے تین میل دور ایک پہاڑی کی چوٹی پر غارِ حراء میں جا کر کئی کئی دن تنہائی میں بسر کرتے تھے۔ یادِ خدا میں محو رہتے اور غور و فکر میں مصروف۔ کچھ پانی اور کھانے کے لئے سامان ہمراہ لے جاتے تھے۔ اور اپنی اندرونی پیاس بجھاتے تھے۔ آپؐ کی بیوی نہایت

باوفا اور ہمدرد تھیں اور آپؐ کی ہر طرح سے غمخوار تھیں ۔ آپؐ کے آرام و آسائش کا بندوبست کرتی تھیں اور سب کچھ آپؐ پر قربان کر چکی تھیں ۔ آپؐ کے کریمانہ سلوک نے اُن کو گرویدہ کر لیا تھا ۔ وہ ایک فدائی رفیقہ تھیں ۔ جنہوں نے تمام عمر حضور کی خدمت میں گذار دی صبح ہوتی تھی، شام ہوتی تھی ۔ اسی طرح پندرہ برس گذر گئے اور آپؐ نے چالیس برس کی سرحد کو عبور کر لیا تو ایک روز جب آپؐ غارِ حراء میں اپنے خالق کے حضور مناجات عرض کر رہے تھے اچانک غار میں روشنی پھیلنا شروع ہوئی اور دیکھتے دیکھتے تمام غار روشن ہو گیا اور ایک غیر مرئی وجود تمثّل انسانی اختیار کر کے آپ سے ہم آغوش ہوا اور کلام پاک سے آپؐ کو شناسا کرایا ۔ اس کو "ابتداءِ وحی" کہتے ہیں ۔ دن بدن مکالمہ مخاطبہ کا سلسلہ طول پکڑ گیا اور آپ سبق در سبق پڑھتے، دہراتے اور یاد کرتے رہے ۔ یہ قرآن کریم کا نزول تھا ۔ آپؐ نے پہلی ہی وحی پر اپنی محرمِ راز زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اس صورتِ حال کا ذکر کیا اور گہری تشویش اور بڑے خوف کا اظہار کیا ۔ اس لئے کہ اتنے عظیم کلامِ ربانی کی تعمیل آپ جیسے غیر معروف انسان سے کیسے ہو سکے گی ۔ اس دوہری پریشانی نے آپؐ کو غم آلود کر دیا ۔ مگر آپؐ کی زوجہ مطہرہ نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور آپؐ کی سچائی پر پورے یقین کا اظہار کیا اور کامل تعاون کا وعدہ کیا ۔ آپؐ نے ہدایت ربانی کی اشاعت مکہ میں شروع کر دی کہ لوگو! مخلوق پرستی اور بُت پرستی ترک کر کے خدائے واحد کے آستانہ پر جھکو ۔ وہی تمہارا خالق و مالک ہے اور بُت بے جان ہیں، بے کس ہیں، بے زبان ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، گمراہی کا موجب ہیں، تنزّل کا باعث ہیں، تضیعِ اوقات ہیں اور جہنّم کا ایندھن ہیں ۔ کیونکہ اللہ کے شریک بنے ہوئے ہیں ۔ بیکار ہیں ۔

جوں جوں وحی الٰہی نازل ہوتی رہی ۔ اور امر و نواہی میں اضافہ ہوتا گیا آپ توں توں پیغامِ حق کا لوگوں پر اظہار فرماتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صداقت نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور لوگ حضورؐ کے ہم نوا ہونے لگے ۔ بُتوں سے نفرت کرنے لگے ۔ خدائے واحد کو ماننے لگے معبودانِ باطلہ کو ترک کر دیا ۔ اس طبقہ میں آزاد و غلام، مرد و زن، طفل و پیر سب ہی شریک ہوئے ۔ یہ امر رؤسائے مکّہ کو ناگوار گزرا ۔ سردارانِ قوم نے فرداً فرداً حضور کو منع کیا، روکا، مشکلات پیدا کیں، تنگ کیا لیکن آپ بدستور اپنی تبلیغ میں مصروف رہے ۔ جب امراء نے دیکھا کہ معاملہ حد سے بڑھ چکا ہے ۔ لوگ کثرت سے اس نئے دین کی طرف راغب ہیں اور اُن کے آباء کے دین کی قدر کم ہو رہی ہے اور کہنے والا ایک غریب قبیلہ کا بے سہارا، کمزور اور خاموش طبع انسان ہے ۔ کیونکہ آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب سردارِ بنوہاشم متولیٔ کعبہ مال و دولت والے نہ تھے ۔ تب سردارانِ قریش بند در وکنے کے لئے آپؐ کے چچا کے پاس آئے اور درخواست کی کہ آپؐ کو ہمارے بتوں کی بُرائی اور توہین سے روکا جائے اور نئے دین کی تبلیغ بند کی جائے ورنہ ہم شدّت سے اس کا مقابلہ کریں گے ۔

اور آپ کی قیادت کی بھی پرواہ نہیں کریں گے۔ ہاں اگر یہ مال چاہتے ہیں تو ہم جمع کرنے کو تیار ہیں تاکہ یہ سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں۔ اگر سرداری کا شوق ہے تو ہم انہیں بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر کسی خوبصورت عورت سے شادی کی خواہش ہے تو وہ بھی پوری کر سکتے ہیں لیکن یہ صورت قابلِ برداشت نہیں۔ اس مطالبہ پر آپؐ کے چچا نے رؤسائے قریش کے سامنے آپ سے التجا کی کہ وہ بوڑھے ہیں اور کمزور ہیں قوم کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ اگر وہ ان کی بات مان لیں تو کیا ہرج ہے۔ آپؐ نے نہایت جرأت مندی، خندہ پیشانی اور انشراحِ صدر سے فرمایا کہ اے میرے پیارے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر بھی لا کر رکھ دیں تو میں پیغامِ ربانی کی تبلیغ سے رُک نہیں سکتا۔ البتہ آپ اپنی پناہ سے مجھے آزاد کر دیں اور قوم کا ساتھ دیں۔ اس مخلصانہ جواب سے چچا کے دل پر کاری زخم لگا۔ اُن کا دل بھر آیا۔ آنکھیں پُرنم ہو گئیں کہنے لگے "بھتیجے! اپنے کام میں لگے رہو جب تک میرے جسم میں جان ہے تمہارا ساتھ دوں گا۔"

حضورؐ پھر اپنے فرائض کی انجام دہی میں سرگرم عمل ہو گئے۔ قوم نے متفقہ طور پر بائیکاٹ کا اعلان کر دیا اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ سب نے ان سے خرید و فروخت، لین دین، ملنا برتنا، کلام و پیام بند کر دیا۔ خوراک کی قلت اور قید کی کوفت نے سب ہی کو پریشان کر دیا حتیٰ کہ آپؐ کی غمگسار رفیقۂ حیات انہیں ایام میں وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تین سال کے بعد یہ تنگی جاتی رہی اور آپ پھر واپس مکہ میں آ گئے اور دینِ اسلام کا کام کرنے لگے۔ اس اثناء میں بہت سے لوگ بڑے اور چھوٹے آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ رفتہ رفتہ جہاں دشمنوں کی تعداد بڑھتی گئی جہاں حلقۂ احباب بھی وسیع ہوتا گیا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، حمزہؓ، علیؓ وغیرہم نے اسلام قبول کیا وہاں آپ کے چچا ابولہب (عبدالعزّیٰ) ابوجہل (جس کا نام عمر بن ہشام تھا اور ابوالحکم کہلاتا تھا) وائل، عاصی، ولید، عُتبہ، شیبہ، اُمیہ، مغیرہ وغیرہ نے بھی اپنی انتہائی شقاوتِ قلبی کا ثبوت دیا اور دشمنی کی حد کر دی۔ یہ تیرہ برس جو دعوئ نبوّت کے بعد آپؐ نے مکہ میں بسر کئے دشمنانِ اسلام نے نہ دن کو آرام کرنے دیا اور نہ رات کو چین لینے دیا۔ ہر وقت اور ہر جگہ آپؐ کو، آپؐ کے صحابہ کو، آپؐ کے خیر خواہوں کو، ملنے والوں کو، آشناؤں کو، خدام کو، عزیز و اقربا کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اپنے مسلمان غلاموں کے ساتھ وہ ظالمانہ سلوک کیا جس کی یاد سے دل لرزتا ہے اور ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن "احد" اور "احد" کی صدا کا سحر ایسا کم اثر نہ تھا کہ جس کا نشہ جسمانی تکالیف اُتار سکتیں۔

کفارِ مکّہ کے مظالم بڑھتے گئے اور مومنوں کے دل پختہ ہوتے رہے۔ ان کی آہ و زاری لیل و نہار عرشِ الٰہی تک پہنچتی رہی۔ ان کی زندگی کے انقلاب نے دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اُن کی قوّتِ برداشت، استقامت اور احکام پر مداومت، محبّتِ رسولؐ کے

مظاہرے ایسے اعمال نہ تھے جو ناظرین کو دعوتِ مطالعہ اور غور و فکر نہ دیتے ہوں۔ جب اس انقلاب کی چنگاری کی چمک باہر نظر آنے لگی اور اسلامی صداقت کا شعلہ بھڑکنے لگا تو دُور دُور سے لوگ اس عجوبہ کو دیکھنے کیلئے آنے لگے۔ حتیٰ کہ یثرب کے لوگ بھی آئے اور اپنے دامن کو یقین و ایمان کی دولت سے بھر کر لے گئے۔ وہ پھر آئے، زیادہ آئے، اور آئے حتیٰ کہ انہوں نے حضورؐ کو اپنے وطن یثرب آنے کی دعوت دی۔ تاکہ آپؐ اور وہ مل کر دینِ اسلام کی اشاعت کریں۔

اِدھر مکّہ میں امن برباد تھا، خطرہ کے بادل چھا رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی تکالیف و مصائب اور دُکھ درد کی کہانی دیکھی سُنی نہ جاتی تھی اور آپؐ کی جان پر سب کا غم طاری تھا کہ آپؐ نے صحابہؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ یہ بہت بڑا امتحان تھا۔ ایک تو وہ اپنے وطن مکّہ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ ترکِ وطن کا تصوّر بھی لرزہ خیز تھا دوسرے ایک دفعہ ترکِ سکونت کرکے دوبارہ آنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ کیونکہ جب تک کوئی دوسرا مکینِ مکّہ پناہ نہ دے داخلہ مشکل تھا جس کی اُمید ان حالات میں نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہرحال ایک ایک، دو دو، اکیلے اکیلے، بیوی بچّوں کے ہمراہ، دن کو، رات کو، صبح کو، شام کو صحابہؓ نے گھروں سے نکلنا شروع کیا اور ہمیشہ کے لیے مکّہ کو خیرباد کہہ کر حبشہ جا پہنچے۔ مدینہ چلے گئے۔ اب کشاں کشاں وہ گھڑی بھی قریب آگئی جب اہلِ مکّہ نے اکٹھے ہو کر ایک رات آپؐ کے مکان کا محاصرہ کرکے آپؐ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ اِس نئے دین کی مصیبت سے نجات حاصل کریں خود حضور اپنے یارِ غار ابوبکرؓ کی معیّت میں مکّہ سے ہجرت کرکے یثرب کے گاؤں میں جا پہنچے۔ کچھ مسلمان آپؐ سے پہلے کچھ آپؐ کے بعد وہاں پہنچ گئے اور کفارِ مکّہ آپؐ کو ایذا نہ پہنچا سکے۔ اور باوجود پوری کوشش کے نہ تو آپؐ کو ہجرت سے روک سکے اور نہ ہی آپؐ پر قابو پا سکے ہاں اپنی ناکامی پر دانت پیستے رہے۔

اب بظاہر قریشِ مکّہ کے لئے ہر قسم کا سکون تھا۔ کیونکہ مہاجرین اپنا سب مال و اسباب، دکان، گھر، نوکر، غلام، جانور، سواری چھوڑ کر چلے گئے تھے جو اُن کے قبضہ میں تھے۔ وہ صدائے سحر جو وادیٔ مکّہ میں گونج پیدا کرتی تھی خاموش ہو گئی تھی۔ لیل و نہار کے ہنگامے سرد پڑ گئے تھے اور گردشِ ایّام گویا تھم سی گئی تھی۔ پھر وہ کیا چیز تھی جس نے قریشِ مکّہ کی نیند حرام کر دی اور وہ انتقام و حسد کی آگ میں جلنے لگے؟ اہلِ یثرب کو دھمکیاں دینے لگے۔ جنگ کا خوف دلایا اور حبشہ سے مسلمانوں کو واپس لانے کے لئے وفد بھیجا جو ناکام واپس آیا۔

(۳) ہجرت کا اثر قریشِ مکّہ پر

۱۔ قریشِ مکّہ کو اب عجیب جھٹکا محسوس ہوا کہ اُن کی مجموعی طاقت، اثر و رسوخ، دولت، حکومت اور رعب غریب مسلمانوں کو نہ روک سکے۔ بلکہ وہ آزادیٔ ضمیر اور حفاظتِ دین کے لئے اُن سے مرعوب نہ ہوئے اور ترکِ وطن کر گئے۔ وہ ہر آزمائش میں پاس ہوئے۔ انہوں نے ہر امتحان کو بخوشی قبول کیا اور ہر مشکل کو انہوں نے

خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ انہوں نے غریب الوطنی، بیگانوں کی صحبت اور تپتی وادی میں قدم رکھنا گوارا کیا مگر واپس لوٹ کر نہ دیکھا۔ اس فدائیت نے قریش مکہ کو غضبناک کر دیا۔

۲۔ خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اُن کی تمام تدبیریں اور نگرانی، اُن کی قوت اور تلواریں، اُن کے نیزے اور گھوڑے سب بیکار ثابت ہوئے۔ وہ حضورؐ کی جرأت اور مردانگی کے سامنے شرمسار اور سرنگوں ہوئے اور آنحضرتؐ صحیح و سلامت منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ حضورؐ تین روز تک مکہ کے جوار میں پناہ گزین رہے اور کفار اُن کے قرب میں پہنچ کر نیچے جھانک نہ سکے اور اس کے بعد ۲۸۰ میل کا طویل سفر طے کیا لیکن قریش مکہ کے نقیب، اُن کے شتر سوار اور جوان حضورؐ کا سراغ تک نہ لگا سکے۔ تعاقب تو کیا کرنا تھا اگر ایک شخص سراقہ نے پیچھا کیا بھی تو وہ حضورؐ کی غلامی کا جوا کندھوں پہ لئے واپس مکہ میں داخل ہوا۔

۳۔ یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل یثرب نے شاندار استقبال کیا، خوش آمدید کے گیت گائے۔ اکرام ضیف کے زبردست مظاہرے ہوئے اور خوب آؤ بھگت ہوئی جو قریش کی نامرادی کیلئے جلتی پہ تیل کے مترادف تھا۔ جوں جوں یہ خبریں آتی رہیں ان کا خون کھولتا رہا بیقراری کا یہ عالم تھا کہ تاص نامہ بر روانہ کیا گیا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکال دو ورنہ وہ بہت بڑی فوج لے کر حملہ آور ہوں گے، شہر کو آگ لگا دیں گے، مردوں کو قتل کریں گے، عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنائیں گے۔ ان دھمکیوں سے وہاں ایک منافق گروہ ڈھونڈنے میں تو وہ کامیاب ہوئے لیکن خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

۴۔ قریش مکہ کو خوف پیدا ہوا کہ جس طرح مسلمان ہمیں ٹھکرا کر رخصت ہوئے اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اسی طرح ہمارے غلام، لونڈی، چاکر، رعایا بھی فرار ہو جائیں گے تو ہمارا وقار، حکومت، رعب بالکل ہی جاتا رہے گا۔ کیونکہ مساوات کی پکار اتنی پرکشش اور جاذب روح تھی کہ جس کے کان میں یہ آواز پڑتی تھی۔ وہ اس کی صداقت سے مغلوب ہو گیا تھا۔ چنانچہ غرباء میں یہ تحریک قوت پکڑ رہی تھی اور اسلام کے جاں فروش دین حق کا اعلان گاہے گاہے کرتے اور دُکھ درد کے احساس سے بے نیاز ہو جاتے۔ ظلم وستم کی شدت اُن کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش پیدا نہ کرتی۔ اِس استقامت نے لاشعوری طور پر قریش مکہ کے اندرون خانہ آگ لگا دی اور اُن کے بیوی بچوں پر آہستہ آہستہ اثر ہونے لگا۔ جس کا انکشاف وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا۔ پیغام حق کی گونج ابھی تک مکہ میں باقی تھی جس کا اثر نہ مٹنے والا تھا اور نہ مٹا۔ البتہ دن بدن مسلمانوں سے ہمدردی رکھنے والوں کا گروہ مخفی طور پر بڑھنے لگا اور ہجرت کا سلسلہ صبح کاذب کی مدھم روشنی میں، رات کی تاریکی میں اور شام کی شفق میں جاری رہا۔ گویا کہ قوتِ اسلام تازہ بتازہ نشانات دکھاتی رہی اور بت پرستی کی روزانہ شکست اُن کو ہوش میں لانے اور عبرت دلانے کی بجائے اُن کی آتش انتقام کو برانگیختہ کرتی رہی اور دُنیا کی فریب کاری نے اُن پر وہ جادو کیا تھا

کہ کھلی آنکھوں کے ہوتے ہوئے وہ دیکھ نہ پاتے تھے۔

۵۔ یثرب سے آنے والے لوگ، تاجر، زائر مسلمانوں کی خوشحالی اور طاقت کا ذکر کرتے اور گرد و نواح کے قبائل سے اُن کے معاہدات کے حالات سُناتے تو وہ دل تھام کر رہ جاتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس **یثرب** گاؤں کا نام تبدیل کر کے **مدینہ** رکھ دیا۔ جو آج تک مشہور ہے۔ جس سے مسلمانوں کی سیاسی فوقیت کا اظہار ہوتا تھا۔ اب کفارِ مکہ کی آنکھیں کھلیں کہ اُن کی شمالی جانب شاہراہِ تجارت پہ ایک زبردست قوت اُبھر رہی ہے اور وہ کسی وقت بھی خطرے کا موجب ہو سکتی ہے۔ ان کے تجارتی قافلوں کو روک سکتی ہے، لوٹ سکتی ہے جس کے نتیجہ میں کفارِ مکہ پر فاقہ مستی کی نوبت آ سکتی ہے تباہی کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور بھوک کی شدت انہیں لوٹ مار پر مجبور کر دے گی۔ یہ شہرت زائرینِ کعبہ پہ بہت بڑی روک ہوگی۔ مہاجرین کی داستانِ مظلومیت سُننے والوں پہ گہرا اثر کرتی تھی اسلئے حبشہ، یمن اور مدینے کے زائر خود محسوس کرنے لگے تھے کہ مکہ میں امن قائم نہیں رہا۔ شریف لوگ وہاں سے نکل گئے ہیں۔ اس طرح آمد کا بہت بڑا وسیلہ اہل مکہ کے ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔

۶۔ کفارِ مکہ ابھی تک اصحابِ فیل کے واقعہ کو فراموش نہیں کر سکے تھے کہ عیسائی یمن نے صنعاء کے معبد کی ترقی اور مقبولیت کے پیشِ نظر خانہ کعبہ کے انہدام کا قدم اٹھایا تھا اور ابرہہ حملہ آور ہوا تھا۔ اہلِ مکہ کی داخلی بے چینی اور تنگیٔ معیشت کی وجہ سے اِس جانب سے دشمن کی لشکر کشی کا اعادہ ہو سکتا تھا۔ خطرہ گو ایک مرتبہ ٹل چکا ہو مگر اس کے اعادہ کو کلی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

۷۔ اہلِ مکہ کی باہمی بدسلوکی کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ جو ہمدردی کی رو چل رہی تھی اُس نے ایک نئی شکل اختیار کر لی تھی۔ ہمدرد لوگوں نے مکہ کی ہر بات اور کفار کی نقل و حرکت، تدابیر اور مشوروں سے مسلمانوں کو مدینہ میں اطلاع دینا شروع کیا۔ جس سے ان کا ہر راز مسلمانوں کے لیے کھلی کتاب بن گیا۔ اِس طرح مسلمانوں نے نواحی قبائل کو تبلیغ و ہدایت کے ذریعہ، عہد و پیمان کے بندھن سے رام کر لیا اور مدینہ کے اردگرد حمائتیوں کی مضبوط دیوار کھڑی ہو گئی۔

۸۔ کفارِ مکہ کو یہ پریشانی بھی لاحق تھی کہ صحابہ کی مظلومیت تباہ کن اثر پیدا کر رہی تھی۔ کیونکہ شاہِ حبشہ نے اُن کے واقعات کو سُن کر صحابہؓ کو اپنے ملک میں جگہ دی، امن دیا اور عزت و احترام سے پیش آیا اور کفارِ مکہ خائب و خاسر لوٹے۔ اِدھر مدینہ میں جب کسریٰ کے سپاہی حضورؐ کی گرفتاری کے لیے گئے تو وہ بھی اپنا سا منہ لیکر آ گئے۔ اُن کا بادشاہ قتل ہوا اور جانشین بیٹے نے گرفتاری کا حکم منسوخ کر دیا۔ یہ ماجرا اپنی پوری ہیبت کے ساتھ ان کے گلوگیر ہو گیا۔ ایک طرف اُدھر مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قرار اور دوام حاصل ہو رہا تھا تو اِس طرف قریشِ مکہ کی شہرت اغوا ہونے لگی تھی جس کا اثر اُن کی اہلی زندگی، معیشت، تمدن، تہذیب، تجارت، رعب، قوت اور عزت پر پڑ رہا تھا۔ یہ مصائب کا طوق، ہجرت کے نتیجہ میں اُن کے گلے آ پڑا تھا۔ وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ جس دروازے سے مہاجرین کا قافلہ گزرا تھا وہ بند ہو گیا تھا اور جس راہ سے وہ گیا تھا اسکے نشان مِٹ گئے تھے۔ قریش نے سمجھا تھا کہ ایک مثالی عبادت

اور خانہ کعبہ سے ۳۶۰ بتوں کو اٹھا کر باہر پھینک دینے سے زائرین کی دلچسپی کا سامان جاتا رہے گا اور اس طرح ہم اپنے ہاتھوں غربت کو پکارنے والے ہوں گے۔ نیز بتوں کی ناراضگی یقیناً ان کو تباہی میں ڈال دے گی، اور یہ قومیں ان پر چڑھ دوڑیں گی اور انہیں تاخت کر دیں گی۔

اور اگر غلام، لونڈی، قیدی، غریب سب کے ساتھ مساوات کا سلوک یعنی انسانیت کا تعلق رکھا جائے تو اُن کی سُبکی ہوگی۔ وہ ان محکوم طبقات کی خدمت سے محروم ہو جائیں گے اور دیکھنے والے انہیں حقیر جانیں گے کہ رذیل لوگ بھی اُن کی برابری کرتے ہیں۔

یہ دونوں صورتیں اُنہیں قبول نہ تھیں اور اُن کا خیال تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود تنگدست، غریب اور یتیم تھے اسلئے وہ قوم کے امراء کو انتقامی طور پر برباد کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ ایسی تعلیم تو مجنون ہی دے سکتا ہے کہ چھوٹوں کو بڑا بنائے اور اپنے آباؤ اجداد کے طور و طریق کو ترک کر کے انوکھا دین اپنائے۔

مگر اب حضورؐ کی ہجرت کے باوجود یہ تمام مشکلات بجائے بعد دیگرے کفارِ مکہ کے سامنے آنے لگیں۔ اس کا مداوا اُن کی عقل میں نہ آتا تھا۔ جانے والے تو جا چکے تھے مگر وہ جو پیچھے رہے اطمینان سے نہ بسر کر سکے۔ اُن کی نیند حرام تھی، سکون غائب تھا۔ نہ اندر آرام تھا نہ باہر چین۔ چنانچہ اس آبلہ پائی کا علاج کفارِ مکہ نے بزورِ بازو، بنوکِ شمشیر تجویز کیا۔

اور وقت کا انتظار کرنے لگے۔ گھڑی کی سوئیاں دھیمے دھیمے حرکت کر رہی تھیں، بالکل آہستہ، جیسے ساکن ہوں۔ کجا وہ شور اشوری اور گہما گہمی کجا یہ بے رنگی اور بدمزگی کہ فضا میں نہ تلاطم تھا نہ زمین پہ ہیجان۔ سسکتے سسکتے ایک سال گزرا کہ اہلِ مکہ کا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام سے لوٹ رہا تھا۔ راستہ میں مدینہ پڑتا تھا۔ لیجئے! ڈرامے کا پورا پلاٹ ان کے سامنے تھا۔

(۴) ہجرت کا اثر مسلمانوں پہ

مسلمانوں کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانیت کی بادشاہت کا دروازہ کھولا تھا جس میں مسلمان شوق سے جوق در جوق داخل ہوئے لیکن قریش مکہ نے مسلمانوں کی دعوت و تبلیغ، اثر و رسوخ، نمونہ اخلاق اور انقلاب کو سرسری نظر سے دیکھا اور رد کر دیا۔ وہ دنیا کے دریے ہو گئے اور آسمانی بادشاہت جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام قوم کو داخل کر کے اس کا وارث بنانا چاہتے تھے تیرہ سال کے عرصہ میں انہوں نے کچھ سبق حاصل نہ کیا۔ اس کا نہ صرف انکار کیا بلکہ مقابلہ پہ آمادہ ہو گئے۔ اب مزید انتظار وقت کا ضائع کرنا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے معہ صحابہؓ کے ہجرت کا حکم دیا۔ اب سوائے مجبور و معذور کے، بوڑھے اپاہج بیکار کے، عورتوں اور بچوں کے، ہجرت لازمی تھی اور پیچھے رہنا اطاعتِ رسولؐ سے سرکشی اور حکمِ خداوندی کی نافرمانی تھا نیز صحابہؓ کے لئے دنیا کی محبت اور دلفریبی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب انہیں جان و مال، عزت، مکان، وطن، تجارت، سرمایہ کسی کی پرواہ نہ رہی تھی۔ فقط ایک ہی مقصد ان کے سامنے تھا کہ **پروانے کب شمع پہ جان دیں گے** — وہ دوڑتے ہوئے، شوق سے، بے قراری سے، اپنے مولدٗ

مسکن سے مفرور ہو کر مدینہ آ گئے۔ اب سب کا اجتماع ایک نقطۂ مرکزی یعنی "اعلائے کلمۃ اللہ" پر ہو چکا تھا اور اپنے محور کے گرد چکر لگانے میں مصروف تھے۔ یہ یک جہتی اور ہم آہنگی قابلِ آفرین تھی۔ گویا کہ ہجرت نے جہاں مسلمانوں کو دنیا کی جاہ و حشمت سے بے نیاز کر دیا تھا وہاں ان میں خدا تعالیٰ کی محبت کی پیاس تیز کر دی تھی۔ وہ احکامِ ربانی کی تعمیل ذوق سے اور پیروی پورے وثوق سے کرتے تھے۔ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ لگاؤ پیدا ہو چکا تھا کہ انہیں حضور کی معمولی سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ وہ حضور کے اشاروں پر چلتے تھے اور افاضۂ روحانی سے دن رات مالا مال ہو رہے تھے۔ اس جاں نثاری اور غلامی کی کیفیت نے ایک پُر وقار فضا پیدا کر دی تھی جس سے دوستوں کو سورج چڑھتا معلوم دینے لگا تھا اور دشمن اس جلال سے خائف و ترساں ہو رہے تھے۔ اس فضیلت کے زیرِ اثر مدینہ کے یہود اور منافق لوگ حضور کو سردار تسلیم کر کے معاہدات کی لڑی میں جڑ گئے۔

شہری حفاظت اور بہبودی کے سامان ہونے لگے۔ مدینہ کی فصیل کی مرمت اور تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ اسلحہ فراہم ہوا۔ گلیاں کھلی اور کوچے کشادہ رکھے گئے۔ اردگرد چوکیاں قائم کی گئیں اور نواحی قبائل سے صلح و امن کے معاہدات کے ذریعہ شہر کی حفاظت مضبوط سے مضبوط تر کی گئی۔

مہاجرین کو اہلِ مدینہ سے بھائی بھائی بنا دیا گیا اور اہلِ مدینہ کو اس فراخدلی کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت کے لئے دکھائی ان کا نام انصار مشہور ہوا۔ اور اب مہاجر اور انصار ایک باپ کے بیٹوں کی طرح رہنے لگے۔ باہم پرانی عداوتیں جو قبائلی زمانہ کی یادگار اہلِ مدینہ میں تھیں بھلا دی گئیں اور تعلقات کی بنیاد از سرِ نو استوار کر کے تعمیر کی گئی۔ چنانچہ اب نہ کوئی اوس رہا اور نہ کوئی خزرج اور نہ مکی۔ سب مسلمان کہلانے لگے۔ ایک مسجد یعنی خدائے واحد کی عبادت کا گھر تعمیر ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کے لئے مکانات بنوائے۔ اس زمین کو قیمتاً خرید کیا گیا تاکہ کسی پر بوجھ نہ پڑے اور اس عرصہ میں دور دور کے دیار و امصار میں تبلیغی خطوط و وفود بھیجے۔ پیغامِ حق پہنچایا گیا اور دعوتِ اسلام دی گئی۔ کسریٰ اور قیصر، مقوقس و ہرقل، سلاطین و شیوخ کو مخاطب کیا گیا اور انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ اس کے ساتھ ساتھ مدینہ کے مضافات و مواضعات میں اسلام کا چرچا جاری رکھا جس سے اسلام کو خلافِ توقع کامیابی ہوئی اور قبائل نے اچھا اثر قبول کیا۔

جہاں مکہ میں مسلمانوں کو مقابلہ و مقاتلہ کی اجازت نہ تھی اور ظلم کے برداشت کا تجربہ کرانا مقصود تھا۔ اب مدینہ میں ظلم کو روکنے کے لئے تلوار کے استعمال کی اجازت دی گئی تھی۔ عقل و دانش کا حربہ جب کارگر نہ ہو تو طاقت خونریزی آنکھیں کھولنے پر مجبور کرتی ہے۔ تیرہ سال کی مسلسل صبر آزما ٹریننگ کے بعد اب نئے باب کا اضافہ مسلمانوں کی زندگی میں ہوا تھا اور وہ مدینہ میں پوری آزادی کے ساتھ اپنی نئی دنیا آباد کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ صبح و شام کلامِ پاک کے درس و تدریس کے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور گوہر افشانی انہیں ان کی غذا مرغوب میسر تھی۔ یہاں ہم

وہ دنیاوی تگ و دو سے غافل نہ تھے، اہلِ مکہ سے بے فکر نہ تھے، طیاری میں مصروف تھے۔

مدینہ میں باغات تھے کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ پینے کا پانی اور وسائلِ آبپاشی میسر تھے۔ مسلمانوں نے آبرسانی، صحت و صفائی، رفاہِ عامہ اور افزائشِ پیداوار میں ترقی کی کہ مدینہ سے ملیریا بخار کی وبا جس کی وجہ سے اُسے یثرب کہتے تھے ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی۔ لوگوں میں توانائی آ گئی۔ بازار عمدہ ہو گئے اور دکانیں مال و اسباب سے بھر گئیں۔ تجارت چمک اٹھی۔ مدینہ نئی تہذیب کا گہوارہ اور نئے تمدن کا بانی (تعلیم کا عام چرچا، جاہلیت کی رسوم سے اعراض، اسلامی احکام کی پیروی، ترکِ شرابِ جوا، ذبیحہ حلال و طیب، عورتوں سے نرمی، بچوں سے پیار، بڑوں کا ادب، چھوٹوں کا لحاظ، محنت و جفاکشی، دیانت اور دیانتداری، خوش اخلاقی اور باہمی ہمدردی کا مرکز) بن کر افقِ آسمانی پر جگمگانے لگا۔ اور مدینہ منورہ مشہور ہوا۔ اس انقلابی حملہ کی برداشت مکہ نہ کر سکا تھا جس کو اہلِ مدینہ نے اپنے دلوں میں جگہ دی اور قدر و قیمت کے ترازو میں لعل و گوہر بن گئے۔ یہ انقلاب تند سیلاب کی طرح چاروں طرف بڑھنے لگا اور جو اس کی لپیٹ میں آتا گیا اس میں محو ہوتا گیا اور تنگی سے وسعت برآمد ہوئی غربت کی جگہ سیر چشمی آ گئی۔

(باقی)

ایڈیٹر کی ڈاک

ایک مشورہ طلب امر

ایک دوست محمد شریف خان صاحب ابو حنیفی ایم ایس سی لاہور سے لکھتے ہیں:۔

”رسالہ الفرقان کا انتظار بڑی بے صبری سے کرتا ہوں جب تک اس کا مطالعہ نہ کر لوں کسی اور کتاب کو ہاتھ لگانے کو دل نہیں چاہتا۔ خدا تعالیٰ اس رسالہ کو آپ کی ادارت میں تابندہ و درخشاں کرے اور گمراہوں کے لئے راہنما بنائے۔ پیاسوں کے لئے روحانی جام ثابت ہو۔ آمین۔ میں ایک بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہر ماہ رسالہ مذکورہ میں ”الفرقان کے خاص معاونین“ کے عنوان کے تحت جو فہرست شائع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ کاش میں بھی ان میں شامل ہوتا! واقعی ان احباب نے بڑی قربانی کی ہے خدا تعالیٰ ان کو اچھا بدلہ دے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان احباب سے اجازت لیکر ان دو اوراق پر مستقل عنوان پر کوئی مضمون ہر ماہ شائع ہو جائے تو میرے خیال میں یہ ان احباب کے لئے اور بھی مفید ہوگا اور ان کے نیک اعمال میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہوگا ان کے لئے عمومی طور پر جیسا کہ جنوری کے رسالہ میں درخواست ہوئی تھی دعا کی درخواست ہو جایا کرے۔ امید ہے آپ میری اس تجویز پر غور فرمائیں گے اور مناسب سمجھ کر احباب سے مشورہ لیں گے“

الفرقان:۔ اس بارے میں خاص معاونین خصوصاً اور دیگر احباب عموماً مشورہ ارسال فرمائیں۔ یہ سوال بعض احباب کو پہلے بھی ہوا ہے اگرچہ خاص معاونین عموماً اشاعتِ اسماء کے خواہاں نہ تھے مگر الفرقان نے*

* یہ وعدہ از خود ان دوستوں سے کیا ہے اور وہ اسے حتی المقدور پورا کرے گا۔ اس صورت میں تبدیلی صرف خاص معاونین کے مشورہ کے ماتحت ہی ہو سکتی ہے۔ بہرحال احباب اپنے مشورہ سے مستفید فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

الفرقان کے خاص معاونین

مندرجہ ذیل احباب نے دس سالہ خریداری منظور فرما کر رسالہ کی خاص اعانت فرمائی ہے ان کے لئے درخواست دعا ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔

(ایڈیٹر)

ربوہ دارالہجرت

• سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی
• حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
• حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
• حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
• جناب چوہدری محمد شریف صاحب خالد ایم اے
• جناب رفیق احمد صاحب ثاقب ایم ایس سی
• جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم اے فانا
• حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
• حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی
• جناب چوہدری یحییٰ حسن صاحب باجوہ
• جناب ڈاکٹر محمد تقی صاحب آف بشیر [illegible]

قادیان دارالامان

• حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت
• جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
• جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی
• جناب چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے
• جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب
• جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل ماسٹر
• جناب سید شہامت علی صاحب [illegible]

• جناب حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری
• جناب مسعود احمد صاحب ایمن
• جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب آئی سپیشلسٹ
• جناب ڈاکٹر عطر دین صاحب
• جناب حکیم چوہدری بدر الدین صاحب عامل
• جناب چوہدری منور علی صاحب فوٹو گرافر
• جناب علیم اللہ صاحب فانی
• جناب چوہدری عبد القدیر صاحب

ضلع جھنگ

• جناب میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب ملک محمد حیات صاحب نسوآنہ
• جناب چوہدری عبد الرحیم خان صاحب مواڑیانوالی
• جناب حافظ مبارک علی خان صاحب
[illegible] علی خان خان صاحب پلیڈر

ضلع سرگودہا

• جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت
• جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب
• جناب چوہدری صلاح الدین صاحب چک جنوبی
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ
یونائیٹڈ بس لمیٹڈ سرگودہا۔

• جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب آرٹسٹ
• جناب میر شمیم احمد صاحب جوہر آباد

ضلع لاہور

• جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت
• جناب شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج ہائیکورٹ
• جناب چوہدری محمد شفیع صاحب
کمیشن ایجنٹ چونگی۔
• جناب خواجہ محمد شریف صاحب برانڈرتھ روڈ
• جناب امیر الدین صاحب [illegible] باغ
• جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب
• جناب چوہدری فصیح محمد صاحب
لاہور سرکلر ٹرانسپورٹ
• جناب محمد ابراہیم صاحب [illegible]
• جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ
• جناب چوہدری نور احمد خان صاحب گوالمنڈی
• جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ
• جناب چوہدری عبد الحکیم خان صاحب میکلوڈ روڈ
• جناب ماسٹر رشید احمد صاحب [illegible]
• جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ
• جناب چوہدری عبد الحمید صاحب ماڈل ٹاؤن

• جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم بی بی ایس
• جناب ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی
• جناب حافظ عبد الکریم صاحب نقشی۔
• جناب محمد عثمان صاحب لکشمی مینشن
• جناب ایس۔ ایم شیخ صاحب کوثر
مینیجنگ ڈائریکٹر کوثر کیمیکل لمیٹڈ۔
• جناب حکیم سراج الدین صاحب بھاٹی گیٹ۔
• جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ۔
• جناب [illegible] صاحب مال روڈ
• جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب
• جناب شیخ فضل احمد بشیر احمد صاحبان ایمن آباد
• جناب رشید احمد صاحب ملک
• جناب صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب۔
• جناب شاہ صاحب میاں محمد یوسف صاحب
• جناب مرزا عبد الرحمٰن صاحب ناصر مرحوم
• جناب شیخ محمد شریف صاحب ایمن آباد
• جناب ماسٹر حسن دین صاحب راوی پارک
• جناب شیخ بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار
• جناب میجر چوہدری عزیز احمد صاحب
لاہور چھاؤنی۔

• جناب عبدالرشید صاحب افریقی جسونت بلڈنگ
• جناب چوہدری منور لطف اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ سمن آباد
• جناب حضرت اللہ پاشا صاحب ایم۔اے
• جناب خواجہ امیر بخش صاحب آف آسٹریلیا

راولپنڈی

• جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب چھاؤنی
• جناب شیخ غلام حیدر صاحب کالج روڈ
• جناب صوفی محمد شفیع صاحب صدر
• جناب چوہدری میجر عزیز احمد صاحب
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں حیات محمد صاحب
• جناب کیپٹن محمد اسحٰق صاحب مری روڈ
• جناب محمد یونس صاحب ستارہ روفی سٹیلائٹ ٹاؤن۔
• جناب محی الدین صاحب بابار روڈ ارروڈ
• جناب سید مقبول احمد صاحب ڈلہوزی روڈ۔
• جناب کیپٹن اے۔ یو۔ زیڈ احمد صاحب
• جناب سید منظور علی صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن
• جناب ملک مظفر احمد صاحب کالج روڈ
• جناب ایم۔اے غنی صاحب بی۔اے
• جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب خاکی بی۔اے
• جناب قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی
• جناب قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی آف نیروبی
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ڈرگ ٹورن لیمیٹڈ

• جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

ضلع ملتان

• جناب ملک عمر علی صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ملتان۔
• جناب پیر نصیر احمد صاحب ریڈیو فورٹین
• جناب عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ
• جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس بوریوالہ۔
• جناب حکیم محمد وسیم محمد سلیم صاحبان دنیاپور۔
• جناب ماسٹر ضیاء الدین صاحب ایم۔اے
• جناب شیخ محمد اسلم محمد سلیم صاحبان کمیشن ایجنٹ دنیاپور۔
• جناب چوہدری منور احمد ناہل صاحب ترم گیٹ ملتان۔
• جناب چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب اوریگا ریڈیو کمپنی۔
• جناب شیخ محمد منیر صاحب منڈی دنیاپور
• جناب حکیم نور حسین محمود احمد صاحبان دواخانہ دارالشفاء خانیوال۔
• جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب مسین آگاہی
• جناب چوہدری عبداللطیف صاحب
• جناب بشارت احمد صاحب باجوہ اوورسیر بیراج خانپور۔
• جناب شیخ عبدالغفور صاحب پٹواری نہر دنیا پور ملتان

ضلع شیخوپورہ

• جناب چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ
• جناب شیخ محمد بشیر صاحب آڑھتی آٹا دانیال منڈی مریدکے۔
• جناب ڈاکٹر عمر الدین صاحب ٹاؤن کمیٹی ناظمیہ

ضلع گوجرانوالہ

• جناب عبدالرحمٰن صاحب صابر سیونگ مشین کمپنی
• جناب میاں برکت علی خالد احمد صاحبان وزیرآباد۔
• جناب چوہدری محمد شریف صاحب فیروزوالہ
• جناب میاں محمد شریف صاحب باقباپورہ
• جناب چوہدری عبدالحمید صاحب تھانہ بازار
• جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ہاکورا وزیرآباد۔
• جناب چوہدری مقبول احمد صاحب انسپکٹر ریونیو۔
• جناب سید سجاد حیدر صاحب قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ ریلوے۔
• جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ٹیچر ہائی سکول
• جناب میاں محمد حسین بکر علی صاحبان
• جناب میاں عزیز اللہ صاحب فاروقی نظام آباد۔
• جناب ملک منظور احمد صاحب لاہوری گیٹ وزیرآباد۔

• جناب میاں قمر الدین صاحب کھوکھر مرحوم گوجرانوالہ۔
• جناب چوہدری پیر محمد صاحب ہیڈ کلرک
• جناب چوہدری عزیز اللہ خان صاحب۔

ضلع جہلم

• جناب سیٹھی عبدالحق صاحب مین بازار۔

ضلع گجرات

• جناب چوہدری عبدالمالک صاحب شاہ کھاریاں۔
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گجرات۔
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبدالعزیز صاحب منڈی بہاؤالدین۔
• جناب مرزا منصور بیگ ہمایوں صاحب ملکوال
• جناب خواجہ مبارک احمد صاحب کھاریاں

ضلع سیالکوٹ

• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ نائب امیر جماعت احمدیہ
• جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب
• جناب چوہدری عبدالستار صاحب درگانوالی
• جناب محمد علی صاحب ڈسپنسر کوٹلی نیناں
• جناب میاں سلطان احمد خان صاحب منڈیکی گورائیہ۔
• جناب چوہدری غلام حسین صاحب گوہدپور
• جناب چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب
• جناب حاجی چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ

• جناب آغا عبدالمجید خان صاحب کنجوڑ

کوئٹہ

• جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب شیخ کریم بخش صاحب مرحوم
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب جناح روڈ
• جناب شیخ عبدالاحد صاحب تاجر
• مجلس خدام الاحمدیہ شارع فاطمہ جناح
• جناب خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب
• جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب
• جناب سید قربان حسین شاہ صاحب
• جناب محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ میڈیکل ہال
• احمدیہ پبلک لائبریری شارع فاطمہ جناح
• جناب خان عبدالوحید خان صاحب
• جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب ڈی پی ایچ
• جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خان صاحب
• جناب چوہدری محمود احمد صاحب
• جناب عطاء الرحمٰن خان صاحب منصفی روڈ

اضلاع سابق صوبہ سندھ

• جناب چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور
• جناب نصیر احمد خان صاحب ناصر خانپور
• جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس باندھی
• جناب محمد عبداللہ صاحب
• جناب علاؤالدین صاحب گوٹھ علاؤالدین
• جناب چوہدری عطاء محمد صاحب گوٹھ امام بخش
• جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب
• جناب چوہدری برکت علی صاحب
گوٹھ سردار محمد پنجابی۔
• جناب حاجی کریم بخش صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب ڈاکٹر فقیر محمد صاحب
• جناب رئیس عبدالحمید صاحب باندھی
• جناب چوہدری صادق احمد صاحب
دریا خان مری۔
• جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب نواب شاہ
• جناب سیٹھ محمد دین صاحب مرحوم
• جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
پریذیڈنٹ نواب شاہ۔
• جناب چوہدری ننھے خان صاحب
گوٹھ ننھے خان۔
• جناب چوہدری غلام رسول صاحب
گوٹھ غلام رسول۔
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی
امیر جماعت احمدیہ میرپور خاص۔
• جناب ابو عبدالغفار صاحب
رسالہ روڈ حیدر آباد۔
• مجلس خدام الاحمدیہ گوٹھ جالپور۔
• جناب چوہدری شاہ دین صاحب
گوٹھ شاہ دین۔
• جناب فضل الرحمٰن خان صاحب
زیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدر آباد۔
• جناب چوہدری فضل احمد صاحب
پریذیڈنٹ جماعت رحیم یار خان۔
• جناب ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب رحیم آباد
• جناب حاجی قمرالدین صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب کوٹڑی
• جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب
ڈیرہ نواب صاحب۔

بہاولپور

• جناب عزیز محمد خان صاحب بہاولپور
• جناب مولوی غلام نبی صاحب ایاز
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب بشریٰ

کراچی

• جناب شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب مرزا عبدالبشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ
• جناب ملک مبارک احمد صاحب۔
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کامٹی والے
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب۔ فردوس کالونی
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب منیر
• جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب طاہر
• والدہ صاحبہ شیخ محمد رفیق صاحب
انشورنس کمپنی کراچی۔
• جناب حافظ عبدالغفور صاحب ناصر
• جناب چوہدری محمد خالد صاحب
• جناب چوہدری مسعود احمد صاحب خورشید
• جناب شیخ عبدالحفیظ صاحب الرحیم مارکیٹ لوڈ
• جناب محمد شریف صاحب چغتائی
• محترمہ انور سلطانہ صاحبہ
بیگم ایم اے ارشاد صاحب۔
• جناب عبدالرزاق صاحب مہت
پیر الٰہی بخش کالونی۔
• جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے
• جناب مولوی صدرالدین احمد صاحب
• محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی صدرالدین
• جناب میجر محمد عبداللہ صاحب جبار
• جناب ملک رشید احمد صاحب بندر روڈ
• جناب چوہدری محمد اسماعیل صاحب
• جناب چوہدری شاہنواز خان صاحب
شاہنواز لمیٹڈ۔
• جناب چوہدری احمد مختار صاحب
مینجر المختار لمیٹڈ۔
• جناب چوہدری احمد جان صاحب
• جناب میجر عبداللطیف صاحب مالیر کینٹ
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب
• جناب عبدالرحیم صاحب [illegible]
• جناب بشیر احمد صاحب ڈرائیور۔
• جناب مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی

بہاولنگر

• جناب چوہدری غلام مصطفیٰ احمد الدین
چک 184/7.R۔
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب گرداور

بہاولپور

• جناب چوہدری غلام قادر صاحب کمیشن ایجنٹ
• جناب چوہدری علم الدین صاحب کمیشن ایجنٹ ہارون آباد۔
• جناب مولوی محمد شفیع صاحب دکاندار چک 166/7.R۔
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب چک 153/6.R۔
• جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب باجوہ ہارون آباد۔

پشاور

• جناب محمد سعید احمد صاحب نشتر آباد
• جناب الحاج نوابزادہ محمد امین خان صاحب بنوں شہر

لائل پور

• صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب
• جناب مبارک علی صاحب راجباہ روڈ
• جناب مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانوی جڑانوالہ۔
• جناب شیخ الحاج عبداللطیف صاحب
• جناب رانا محمد رحیم صاحب چک ۲۹۱ گ ب

دیگر اضلاع

• جناب چوہدری محمد شریف صاحب امیر جماعت منٹگمری
• جناب ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ
• جناب شیخ محمد صاحب سکوالینالہ اسٹیٹ
• جناب سردار امیر محمد خان صاحب قیصرانی ڈیرہ غازیخان۔
• جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج میرپور۔ آزاد کشمیر
• جناب سید بشیر احمد شاہ صاحب مانسہرہ
• جناب ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب کیمبل پور۔

مشرقی پاکستان

• جناب ایس۔ ایم حسن صاحب ڈھاکہ
• جناب قاضی خلیل الرحمن صاحب خادم بخشی بازار روڈ۔ ڈھاکہ۔
• جناب محمد سلیمان صاحب ڈھاکہ
• جناب مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب محمود نگر
• جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ
• جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ڈی۔ پی۔ ایچ نارائن گنج
• جناب شیخ عبدالحمید صاحب ڈھاکہ
• جناب چوہدری سیف اللہ خان صاحب سبقی
• جناب ملا محمد فضل کریم صاحب ڈھاکہ
• جناب چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں نارائن گنج۔
• جناب ملک محمد طفیل صاحب ڈھاکہ
• جناب محمد حبیب اللہ صاحب نارائن گنج
• جناب مسٹر ظفر احمد صاحب میاں اینڈ کمپنی ڈھاکہ
• جناب سیٹھ میجر ضیاء الحسن صاحب چٹاگانگ
• جناب چوہدری احسان اللہ صاحب ٫٫
• جناب میاں محمد انور ڈاکٹر حکیم شفیق صاحبان چٹاگانگ۔
• جناب احمد علاؤالدین صاحب چٹاگانگ
• محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ ٫٫

بھارت

• جناب مولانا محمد سلیم صاحب کلکتہ
• جناب مولانا بشیر احمد صاحب امیر جماعت کلکتہ
• جناب میاں محمد حسین صاحب ٫٫
• جناب فضل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پٹنہ
• جناب کمال الدین صاحب مدراس
• جناب محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس سی ایل ایل بی حیدر آباد دکن۔
• جناب مولوی سراج الحق صاحب حیدر آباد دکن
• جناب صدیق امیر علی صاحب مالابار۔
• جناب میاں محمد عمر صاحب پنجاب ہاؤس کلکتہ
• جناب مولوی محمد شمس الدین صاحب کلکتہ
• جناب میاں محمد بشیر صاحب سہگل کلکتہ
• جناب سیٹھ محمد الیاس صاحب حیدر آباد دکن
• جناب سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر۔
• جناب سید بشیر الدین صاحب کلکتہ
• جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب کلکتہ۔

لندن

• جناب چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب مولوی فاضل۔
• جناب خان بشیر احمد صاحب رفیق نائب امام مسجد لندن۔

دیگر ممالک

• جناب صالح الشیبی النہدی صاحب سورابایا انڈونیشیا
• محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم صالح الشیبی صاحب۔
• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب ایم۔ ایس سی۔ کماسی۔ غانا۔
• جناب مسٹر محمد ناظم خان صاحب غوری مشرقی افریقہ
• جناب افتخار احمد صاحب ایاز ٫٫
• جناب ایم۔ اے کلکر صاحب ایم۔ بی بی۔ ایس ٹابورہ ٹانگانیکا۔
• جناب مولانا محمد اسمعیل صاحب منیر روز ہل ماریشس
• جناب چوہدری عبدالستار صاحب کویت
• جناب ایم۔ اے ہاشمی صاحب ٫٫
• جناب سید عبدالرحمن صاحب امریکہ۔
• احمدیہ مشن نائیجیریا۔ بذریعہ جناب مولوی رشید الدین صاحب۔
• جناب حکیم طاہر محمد صاحب سنگاپور۔ ملایا
• جناب عبدالعزیز جمن بخش صاحب امریکہ
• جناب ایم وائی نعیم صاحب نیروبی ایسٹ افریقہ

"الفردوس"

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

"الفردوس"

۸۵- انارکلی ۔ لاہور

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بے نظیر تحفہ

نور کاجل

- آنکھوں کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، بھینی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بوقتِ ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔
قیمت فی شیشی عہ علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ۔

دماغی

دل و دماغ کے لئے بہترین ٹانک۔ دماغی محنت کرنیوالے طلباء، وکلاء، پروفیسرز، ججز وغیرہ کے لئے بہت راحت و آرام کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح کثرتِ کار یا تفکرات یا پریشانی کی وجہ سے جن لوگوں کے دل و دماغ ہو گئے ہوں، سر میں گرانی اور درد ہو گردن اور کندھوں میں درد رہتا ہو اُن کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ اس کا استعمال آپ کی کارکردگی میں اضافہ اور آپ کی طبیعت میں بشاشت پیدا کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک گولی صبح بعد ناشتہ، ایک دوپہر، ایک شام ہمراہ آب۔
قیمت فی شیشی ۳۰ گولی پانچ روپے۔

تیار کردہ
خورشید یونانی دواخانہ - گولبازار ربوہ

(طابع و ناشر:- ابو العطاء جالندھری ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت:- دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ)

"الوہیت مسیح" پر پادری عبدالحق صاحب سے تحریری مناظرہ

فاضل مدیر صدق جدید کا "تحریری مناظرہ" پر جامع تبصرہ

پادری عبدالحق صاحب بزعم خویش عیسائیوں میں چوٹی کے پادری ہیں۔ وہ غلط طور پر اپنے آپ کو "فاتح قادیان" لکھتے رہتے ہیں اور دوسرے عیسائی بھی انہیں اس نام سے پکارتے ہیں۔ گزشتہ سال پادری صاحب سے الوہیت مسیح پر تحریری مناظرہ قرار پایا مگر آپ ایسے عاجز اور لاجواب ہوئے کہ دو پرچوں کے بعد مناظرہ جاری رکھنے سے بالکل جواب دے دیا اور باوجود بار بار تحریک کے اسے جاری نہ رکھ سکے۔

یہ "تحریری مناظرہ" الوہیت مسیح کے خلاف ایک زبردست تحریر ہے۔ اس سے پادری صاحب کی قلعی کھل گئی ہے اور ان کے "فاتح قادیان" ہونے کے جھوٹے دعویٰ کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ یہ تحریری مناظرہ قریباً اڑھائی صد صفحات میں طبع ہو چکا ہے۔ پڑھے لکھے عیسائیوں کو بھی ضرور مطالعہ کے لئے پہنچایا جائے۔ مولانا عبدالماجد صاحب مدیر "صدق جدید" نے اس پر مختصر تبصرہ میں تحریر فرمایا ہے:-

"تحریری مناظرہ"

از مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری - ۲۳۲ صفحہ - پتہ مکتبہ الفرقان - ربوہ - پاکستان

یہ مناظرہ موضوع الوہیت مسیح پر مولوی صاحب موصوف اور ایک مسیحی مناظر پادری عبدالحق جنڈی گڑھ - مشرقی پنجاب کے درمیان ہوا - پڑھے لکھے مسلمانوں کے لئے پڑھنے کے قابل ہے - پادری صاحب کی تحریروں میں قدیم یونانی معقولات کی اصطلاحات کی بھرمار اور درشت کلامی اور حریف پر مسلسل ذاتی حملے نمایاں ہیں۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۲۲ فروری سنہ ۶۳ء)

نوٹ:- اس "تحریری مناظرہ" کی قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک ہے۔

ناظم مکتبہ الفرقان ربوہ